ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

مجلہ

شمارہ 9 ـ جلد 13

شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ جون 2013ء

فضائل شعبان



اقامت اور صفوں کی درستگی

اداریہ

نئی حکومت اور اس کی ذمہ داری

مسائلِ دینیہ

دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل حل

اقربا کے ساتھ اچھا برتاؤ

فہرست

نعت شریف

جو در مصطفےٰ پہ آئے گا ☆ اپنی اک اک مراد پائے گا

اس کو کوئی اماں نہیں دے گا ☆ ان کے در سے جو بھاگ جائے گا

ایک مدت سے منتظر ہے دل ☆ کب مرا شہسوار آئے گا

ہجر نے آگ جو لگائی ہے ☆ اس کو ان کا کرم بجھائے گا

دیکھیں کب وہ کریم دیکھے گا ☆ دیکھیں کب بخت مسکرائے گا

کام بن جائے گا قیامت میں ☆ لب پہ جب ان کا نام آئے گا

ان کے آنے کی دیر ہے ساری ☆ دل کا ہر ذرہ جگمگائے گا

جم کے رکھ پاؤں عشق کی رہ میں ☆ ورنہ پل پہ بھی لڑکھڑائے گا

عقل موت وحیات کیا جانے ☆ یہ سبق عشق ہی پڑھائے گا

رکھ یقین ان کی چارہ سازی پر ☆ آزمایا تو مارا جائے گا

شیخ کے در سے ربط رکھ آسی

بار ہا پھر مدینے جائے گا

﴿حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

''نئی حکومت اور اس کی ذمہ داری''

سعید آسوی کے قلم سے

جو کرنی ہے جہانگیری محمد کی غلامی کر

عرب کا تاج سر پر رکھ، خداوند عجم ہو جا		(مولانا ظفر علی خان)

ارض مقدس پاکستان کو معرض وجود میں آئے تقریباً چھیاسٹھ (۶۶) برس ہو چکے ہیں۔ اس عرصے میں کئی جمہوری اور فوجی حکمران آئے مگر افسوس پاکستان اسلام کی تجربہ گاہ بن سکا نہ اسے مضبوط و مستحکم بنانے کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکا۔ مسند اقتدار پر براجمان ہونے والے زیادہ تر تو وہ تھے جنہیں اپنی ذات اور اپنے مفاد کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا یا جو حکمرانی کے لئے سرے سے اہل ہی نہ تھے۔ یہاں حکمرانی کی عجب داستانیں رقم ہوتی رہیں۔ حماقتوں کی ایک سے بڑھ کر ایک مثال قائم کی جاتی رہی۔ کوئی حکمران خود اس کی نظریاتی بنیادوں پر حملہ آور رہا، کوئی اس کو معاشی زنجیروں میں جکڑنے کے درپے رہا، کوئی میدان جنگ میں جیت گیا مگر تاشقند میں بازی ہار آیا، کسی نے کارگل میں دشمن کو مار بھگایا مگر امریکہ جا کر خود پسپا ہو گیا، کسی نے اپنی ہی سرزمین پر دشمن کو ڈرون حملوں کی اجازت دے کر لہولہان کر دیا، کسی نے دوسرے ملکوں سے معاشی میدان میں کوئی معاہدہ کیا مگر ملک کو کم فائدہ پہنچایا، خود زیادہ کمایا۔ غرض حکمرانوں نے اسے کمزور ہی کیا۔

کوئی باشعور شخص اس بات سے بے خبر نہیں کہ ماضی کی حکومتوں میں سے تاریک ترین اور ذلیل ترین دور حکومت پرویز مشرف اور آصف زرداری صاحبان کے تھے اور ان دونوں کی کابینہ میں زیادہ تر ایسے لوگ تھے جن کے دل و دماغ پر انہیں کی طرح ''غیر'' کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔ امریکہ و بھارت کی محبت میں یہ فنا لوگ تھے۔ ملک کی سالمیت اور عوام کی فلاح و بہبود سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھی۔ ان میں وہ بھی تھے جو ان ملک دشمن عناصر کے زیر نگیں تھے جو ملک کے ایٹمی پروگرام اور ملکی معیشت کے لئے ناگزیر کالا باغ ڈیم کے مخالف تھے۔ بھارت سے جو ثقافتی طائفے پاکستان آئے وہ یہاں بے روک ٹوک نظریہ پاکستان کی مخالفت کرتے رہے۔ ان کی تردید کی بجائے ان کی پوری پوری

ہمنوائی کی جاتی رہی۔ یونہی جو طائفے بھارت گئے وہ بھی بڑی بے غیرتی سے پاکستان اور اس کی نظریاتی اساس کے خلاف زہر اگلتے رہے۔ (بالخصوص ۱۴ اپریل ۲۰۰۱ء کے نوائے وقت (لاہور) میں 'پنجابی کانفرنس' کی رپورٹ ملاحظہ کیجئے)۔ ان ادوار میں اسلام دشمن قوتیں بالخصوص قادیانی اور بہائی خوب شرارتیں اور سازشیں کرنے لگے۔ دہشتگردی، بدامنی، خودکش حملے اپنے نقطہ عروج پر پہنچے۔ کسی کی جان و مال محفوظ نہیں، قوم کی بیٹیوں کی عزت و آبرو عدم تحفظ کا شکار ہے۔ نوجوان نسل کو عیاش و آوارہ و بے حیا بنایا جاتا رہا اور بنایا جا رہا ہے۔ اور ہمارے ذرائع ابلاغ "ثقافت پسند" صدور کی اشیر باد سے اس کام میں پوری "لگن" سے جتے ہوئے ہیں۔ مہنگائی کا اژدھا اور لوڈشیڈنگ کا عفریت عوام کو ہراساں اور نا امید کر رہا ہے۔ غرضیکہ وزیر خزانہ ہوں یا وزیر تعلیم، وزیر پانی و بجلی ہوں یا وزیر ثقافت، وزیر امور داخلہ ہوں یا وزیر امور خارجہ یا پھر وزیر امور کشمیر سب کی پالیسیاں ملک دشمن اور سراسر نقصان دہ رہی ہیں۔

نئی حکومت: ایسی صورتحال میں الیکشن (۱۱ مئی ۲۰۱۳ء) ہوئے اور اب زمان اقتدار پاکستان مسلم لیگ (ن) کے ہاتھ میں جا رہی ہے، جس کے قائد میاں محمد نواز شریف اور ان کے بھائی میاں محمد شہباز شریف کو پاکستانی سیاستدانوں میں نسبتاً بہتر اور ملک دوست خیال کیا جاتا ہے۔ اور شاید مقتدر سیاستدانوں میں یہی دو بھائی ہیں جنہیں "میڈ ان پاکستان" ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ہم ان شریف برادران سے یہاں نہایت درد کے ساتھ عرض کریں گے کہ:

محترم شریف برادران! ملک کے حالات سے آپ بے خبر نہیں، ملک مسائل و مصائب کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ ملک و ملت کے خیر خواہ ایک مدت سے اس آرزو اور انتظار میں تھے کہ قائد اعظم علیہ الرحمہ کے آزاد کرائے ہوئے ملک کو پھر کوئی آزاد کرانے والا آئے۔ امریکہ اور آئی ایم ایف نے جس طرح ہمیں بندہ بے دام بنا رکھا ہے، کوئی آ کر اس کا تدارک کرے۔ اب آپ برسر اقتدار آئے ہیں تو قوم نے آپ کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر ہی یہاں تک پہنچایا ہے۔ آپ سے ہم نے بہت زیادہ امیدیں وابستہ کر لی ہیں۔ حضرت اقبال نے ملک و ملت کے حالات کی درستی کے لئے کسی انقلابی شخص کو یوں پکارا تھا:

اے فروغ دیدۂ امکاں بیا

اے سوار مرکب دوراں بیا

آج قوم آپ کو فروغ دیدہ امکاں اور سوار مرکب دوراں سمجھ رہی ہے۔ یاد رکھئے! اگر آپ نے بھی اپنے پیش رو حکمرانوں کی سی روش اپنائی تو یہ قوم بلکہ خدا اور رسول جل مجدہ فصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی آپ کو ہرگز معاف نہیں کریں گے۔ سنئے اور خوب کان کھول کر سنئے، یہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کو کیا سمجھا رہی ہے:

حضور سید عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: پانچ لوگوں پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہے۔ اگر چاہے تو دنیا میں ہی ان پر غضب جاری کردے، ورنہ آخرت میں انہیں اس کی وجہ سے آگ میں ڈال دے۔ (پہلے دو کے بارے میں سنیں)

(۱)۔ قوم کا وہ حاکم جو رعایا سے اپنا حق لے اور ان کے ساتھ انصاف نہ کرے (ان کے کام نہ سنوارے) اور نہ ان سے ظلم دور کرے۔

(۲)۔ قوم کا وہ لیڈر کہ لوگ اس کی اطاعت کریں جب کہ وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان مساوات نہ رکھے اور خواہشات نفس کی بات کرے۔(بحوالہ مکاشفۃ القلوب)

لہٰذا محترم شریف برادران! خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ آپ کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔قوم آپ سے کیا چاہتی ہے اور آپ نے اللہ کریم اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو کس طرح راضی کرنا ہے۔

چند تجاویز: آپ اپنی کابینہ تشکیل دینے جا رہے ہیں۔ان کالی بھیڑوں کو اپنی کابینہ میں مت گھسنے دیجئے گا جو ملک وقوم کی خدمت کے جذبے سے عاری اور اس کی رسوائی کا باعث بننے والی ہوں۔پاکستانی قوم کا جو مال لٹیروں نے دوسرے ملکوں میں چھپا رکھا ہے، اسے منگوایئے۔صوم وصلوٰۃ کے نظام کا نافذ کیجئے۔زکوٰۃ کا نظام معیاری بنایئے۔بجلی عوام پر جو بجلی گرا رہی ہے اور جس تابڑ توڑ انداز میں اس کے اور پٹرول وغیرہ کے نرخ بڑھائے جا رہے ہیں۔یہ امور خصوصیت کے ساتھ قابل اصلاح ہیں۔کرپشن کا خاتمہ کرائیں اور میرٹ کو فروغ دیجئے۔ذرائع ابلاغ کی تطہیر کیجئے۔بے حیائی وفحاشی کے سیلاب کی روک تھام کے لئے عملی اقدام کیجئے۔لشکر طیبہ، جیش محمد، سپاہ صحابہ وغیرہ تنظیمیں جو نئے ناموں کے ساتھ فرقہ وارانہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور جہاد اور توحید جیسے خوبصورت ناموں کا غلط استعمال کر کے ساری امت کو مشرک بنانے کے مشن پر عمل پیرا ہیں، ان تنظیموں کو لگام دی جائے۔کشمیر کی آزادی کے لئے عملی کوشش کی جائے اور اگر اس کے لئے تمام حربے ناکام ہو جائیں تو حکومت خود جہاد کا اعلان کرے۔ڈرون حملوں کی روک تھام اور انسداد دہشتگردی کے لئے آخری حد تک جانے سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔طالبان وغیرہ سے باعزت مذاکرات کے ذریعے اس فتنے کا بھی حل نکالیں۔ایٹمی پروگرام کے دشمن داخلی و خارجی عناصر کو منہ توڑ جواب دیا جائے۔مخالفین کالاباغ ڈیم کے تحفظات کو دور کر کے اسکی فوری تعمیر کا دیرینہ مطالبہ پورا کیا جائے۔ہمارا نصاب تعلیم اور تعلیمی ادارے قوم کے نوجوانوں میں پاکستان اور بانیان پاکستان کی محبت وغیرت پیدا کریں۔

اور سنئے! پاکستان کی بقا وسالمیت کے لئے سب سے زیادہ ضروری یہاں اسلام کا فوری نفاذ ہے۔ملکی غیرت سے بھی زیادہ ملی ودینی غیرت کی ضرورت ہے۔اسلام، ایمان، قرآن کے خلاف کسی کو ہرزہ سرائی نہ کرنے دی جائے۔سزائے موت جو گستاخ رسول کے لئے مقرر ہے، اس پر سختی سے عمل کیا جائے۔توہین رسالت ایکٹ سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے والوں کی بے شک پکڑ کریں تاہم توہین رسالت کی سزا موت ہی رہنی چاہئے۔

حکمران حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی غلامی پر اس طرح فخر کریں، جس طرح حضرت اقبال اور حضرت قائداعظم فخر کرتے تھے۔یہ بات سب کے دماغ میں جم جانی چاہئے کہ

؎ قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں 'ہم' بھی نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

فضائل شعبان

......﴿محقق دوراں حضرت علامہ مفتی ابوابراہیم نصر اللہ مدنی آسوی﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ رَبِّ العالَمِینَ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الانبیاءِ والمُرسَلِینَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ﴾

﴿بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اُتارا﴾ اس رات سے مراد یا شب قدر ہے، ستائیسویں رمضان یا شب معراج یا شب برات یعنی پندرھویں شعبان اس رات میں پورا قرآن لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اُتارا گیا پھر وہاں سے تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا حضور ﷺ پر اُترا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس رات میں قرآن اُترا وہ مبارک ہے تو جس رات میں صاحب قرآن دنیا میں تشریف لائے وہ بھی مبارک ہے۔

﴿ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ﴾ ﴿ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ﴾

﴿اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام ہمارے پاس کے حکم سے﴾

اس رات میں سال بھر کے رزق، موت، زندگی، عزت وذلت غرض تمام انتظامی اُمور لوح محفوظ سے فرشتوں کے صحیفوں میں نقل کر کے ہر صحیفہ اس محکمہ کے فرشتوں کو دے دیا جاتا ہے جیسے ملک الموت کو تمام مرنے والوں کی فہرست وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ علوم خمسہ پر فرشتوں کو سال بھر پہلے مطلع کر دیا جاتا ہے تو اگر حضور ﷺ کو اطلاع تام دے دی گئی تو اعتراض کیا ہے؟ (تفسیر نور العرفان ص (۷۹۰)

﴿اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام﴾

اس کی تفسیر میں حضرت عکرمہ نے بیان کیا کہ پندرھویں شعبان کی رات میں سال بھر کے تمام کاموں کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اس رات میں زندہ رہنے والے اور حج کرنے والے سب کے نام کی فہرست تیار کی جاتی ہے جس کی تعمیل میں کسی قسم کی کمی پیشی نہیں ہوتی اس روایت کو ابن جریر، ابن مندہ اور ابن ابی حاتم نے بھی لکھا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ کتابت کا یہ کام لیلۃ القدر میں ہوتا ہے اگر چہ اس کی ابتداء پندرھویں شعبان کی رات سے ہوتی ہے۔ ثبت بالسنہ ص (۱۹۳)

فضیلۃ الشیخ السید علوی مالکی صاحب لکھتے ہیں:

عکرمہ وغیرہ اس طرف گئے ہیں سورہ دخان میں مذکور لیلہ مبارکہ سے مراد شعبان کی پندرھویں رات ہے لیکن بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ قرآن کے معارض ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہم نے اُس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا تو اس سے معلوم ہوا سورہ دخان میں مذکور لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے نہ کہ شعبان کی پندرھویں رات اس بات کی طرف جمہور گئے ہیں اور اسی کو ترجیح ہے لیکن ان دونوں آیات میں تطبیق ہوسکتی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو فیصلے فرماتا ہے اور لیلۃ القدر میں اُنہیں متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے۔(تفسیر معالم التنزیل)

الحاصل اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات لوح محفوظ میں جو چاہے فیصلہ فرماتا ہے پھر جب لیلۃ القدر کی رات آتی ہے فیصلہ شدہ صحائف فرشتوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں مرنے والوں کا رجسٹر ملک الموت کو دے دیا جاتا ہے اور رزق کا رجسٹر رزق والے فرشتے کے سپرد کر دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ ۔(ماذا فی شعبان ص ۱۳۸-۱۴۰)

رسول اللہ ﷺ کا مہینہ: شَعْبَانُ شَهْرِیْ وَرَمَضَانُ شَهْرُاللهِ،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔

(جامع صغیر حدیث ۴۸۸۹)

رسول اللہ ﷺ نے اس مہینہ کو اپنی طرف منسوب کیا کیونکہ اسی مہینہ میں قبلہ تبدیل ہوا اور درود شریف پڑھنے والی آیت نازل ہوئی

﴿إِنَّ اللهَ وملائكتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَاأَيُّهَاالذين آمنوا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾

عن انس رضى الله عنه قال: كان رسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ: (اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِى رَجَبٍ وشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمْضَانَ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رجب کا مہینہ آتا رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے الٰہی ہمیں رجب اور شعبان میں برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔ (مشکوۃ حدیث ۱۳۶۹ کتاب الصلاۃ باب الجمعہ)

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ رجب تخم بونے کا مہینہ ہے شعبان پانی دینے کا اور رمضان فصل کاٹنے کا کہ رجب میں نوافل میں خوب کوشش کرو شعبان میں اپنے گناہوں پر روؤ اور رمضان میں رب تعالیٰ کو راضی کر کے اس کھیت کو خیریت سے کاٹو۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ الَّيْلِ الآخِرُ يَقُوْلُ: مَنْ يَدْعُوْنِي فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَلَهُ، وفى رواية لمسلم: ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ وَيَقُوْلُ: مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدُوْمٍ ولا ظَلُوْمٍ حَتَّى يَنْفَجِرَالْفَجْرُ،

ترجمہ: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے: کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کر دوں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اس کو بخش دوں۔ اور مسلم میں ہے: پھر اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے اُس ذات کو کون قرض دیگا جو نہ کبھی فنا ہوگی اور نہ کبھی ظلم کرے گی۔ یہاں تک کہ فجر چمک جاتی ہے۔(بخاری حدیث ۱۱۴۵ مسلم حدیث ۷۵۸۔ مشکوٰۃ شریف حدیث ۱۲۲۳ کتاب الصلاۃ باب قیام الیل)

رحمت الٰہی یوں پکارتی ہے

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھلائیں کسے کوئی رہرو منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

کوئی قابل ہوتو ہم شان کئی دیتے ہیں   ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

باقی راتوں میں رات کے آخری تیسرے حصہ میں یہ کرم نوازی ہوتی ہے لیکن شب برات میں غروب آفتاب ہی سے رحمتوں کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔

میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پچھلی راتیں رحمت رب دی تے کرے بلند آوازہ

رحمت منگن والیاں کارن کھلا ہے دروازہ

بابِ رحمت کھلا آج کی رات ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللهَ يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ ۔

ترجمہ: جب شعبان کی پندرھویں رات ہوتو رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیونکہ اس رات میں اللہ تعالی سورج ڈوبتے ہی آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ رحمت فرماتا ہے کہتا ہے کیا کوئی معافی مانگنے والا ہے کہ میں اُسے بخش دوں کیا، کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اُسے روزی دے دوں، کیا کوئی بیمار ہے کہ میں اُسے آرام دوں، کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے طلوع فجر تک۔ (ابن ماجہ حدیث ۱۳۸۸ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، مشکوۃ حدیث: ۱۳۰۸ کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان، ترغیب وترہیب حدیث (۱۵۵۰) ج ۲ ص (۷۴)

بہتر یہ ہے کہ ساری رات ہی جاگ کر عبادت کرے اور اگر نہ ہوسکے تو اوّل رات سوئے آخر رات میں تہجد پڑھے اور زیارت قبور اور تین دن روزے رکھے تیرھویں چودھویں پندرھویں کہ ایک نفلی روزہ رکھنا بہتر نہیں۔ مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص (۲۹۵)

شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ہر شب اللہ تعالی آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اُس کا یہ نزول رات کے اخیری تیسرے حصہ میں ہوتا ہے لیکن شعبان کی پندرھویں رات اللہ تعالی کا نزول رات کے اخیری تیسرے حصہ میں منحصر نہیں بلکہ غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی یہ کرم نوازی شروع ہوجاتی ہے اور صبح تک رہتی ہے اور اسی وجہ سے پندرھویں شعبان کی فضیلت وبرتری ہے۔ ماثبت بالسنہ ص (۱۹۴)

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رات عبادت کرلیں اور بدنصیب وہ ہیں جو یہ رات آتشبازیوں اور سینماؤں میں گذاریں

شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں جن کا مجموعہ حدیث حسن سے کم نہیں ہے اور سلف صالحین سے بھی منقول ہے کہ وہ ان راتوں کو عبادت کیا کرتے تھے اور امام ترمذی کا یہ قول ترمذی شریف میں جگہ جگہ منقول ہے کہ ضعیف الاسناد حدیث بھی اہل علم کے عمل سے قوی ہوجاتی ہے۔

اگر تمام احادیث ضعیف الاسناد بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ تعدد طرق سے حدیث حسن لغیرہ بن جاتی ہے جیسا کہ آپ محدثین کرام کے اقوال پڑھیں گے شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت والی حدیث، بہت سے طرق سے مروی ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو ہریرہ حضرت ابوثعلبہ حضرت عوف بن مالک حضرت ابوبکر الصدیق حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت عائشہ صدیقہ وغیرہم رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے مروی ہے لہذا یہ حسن لغیرہ بن گئی ہے اس کو اب ضعیف یا موضوع کہنا جہالت اور سینہ زوری ہے۔

کافر یا کینہ ور کے سواسب کی بخشش کا اعلان: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللهَ تعالی لَیَطَّلِعُ فی لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ لِخَلْقِهِ إِلاَّ لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ- وفی روایة أحمد- إِلَّا لِاثْنَیْنِ مُشَاحِنٍ وَقَاتِلِ نَفْسٍ

ترجمہ: اللہ تعالی پندرھویں شعبان کی رات میں توجہ کرم فرماتا ہے تو کافر یا کینہ والے کے سوا اپنی سب مخلوق کو بخش دیتا ہے ۔ اور مسند احمد کی روایت ہے- کینہ ور اور قاتل نفس کے سوا سب کو بخش دیتا ہے۔ (ابن ماجہ حدیث ۱۳۹۰ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، مشکوۃ حدیث: ۱۳۰۶ کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان ۔احمد حدیث (۶۶۰۴))

تشریح: کینہ سے مراد دنیوی کینے اور عداوتیں ہیں اور قتل سے مراد ظلماً قتل ہے ورنہ کفار سے کینہ رکھنا اور جہاد میں کفار کا قتل ڈاکو زانی اور قاتل نفس کا قتل عبادت ہے بعض جگہ شب برات کے دن ایک دوسرے کو حلوئے وغیرہ کے تحفے دیتے ہیں اپنے قصوروں کی آپس میں معافی مانگ لیتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے کہ عداوت و کینہ والا اس رات کو رحمتوں سے محروم ہے اور یہ تحفہ کینے دفعہ کرنے کا ذریعہ ہے نیز یہ رات عبادتوں کی ہے اور خیرات ہدایا وغیرہ بھی عبادت ہیں ان خیراتوں کو روکنا اور شرک و بدعت کہنا بڑی جہالت ہے۔ (مرآۃ شرح مشکاۃ ج ۲ ص (۲۹۵))

اس حدیث کے متعلق غیر مقلد محدث کا فیصلہ: اس حدیث کے متعلق غیر مقلدین کے محدث البانی صاحب لکھتے ہیں لکن الحدیث قوی عندی لشواهده اس حدیث کے شواہد ہیں اور یہ میرے نزدیک قوی ہے اور میں نے اس حدیث کو نسیب الرفاعی کے رسالہ "ہذہ اللیلۃ،، کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے دیکھو مشکوۃ تحقیق البانی حدیث (۱۳۰۶)

اس رات کے متعلق علماء کا موقف: شارح ترمذی غیر مقلد شیخ مبارکپوری کا موقف

تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں شیخ مبارک پوری نے منذری سے روایت کیا أنَّ اسنادَه لاباس به اس کی اسناد میں کوئی حرج نہیں۔ شیخ مبارک پوری نے کہا فهذه الاحاديث بمجموعها حجة على من زعم أنه لم يثبت فى فضل ليلة النصف من شعبان شیء یہ تمام احادیث اپنے مجموعہ کے ساتھ اُن لوگوں پر حجت ہیں جو کہتے ہیں شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ وثبت أنه كان طائفة من السلف الصالح كخالد بن معدان ومكحول ولقمان بن عامر وغيرهم من الىمة التابعين يجتهدون فى ليلة النصف من شعبان بالعبادة۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ سلف صالحین میں سے ایک جماعت اور ائمہ تابعین اس رات کو بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے جیسا کہ خالد بن معدان مکحول اور لقمان بن عامر وغیرہ۔

ابن تیمیہ کا موقف: ابن تیمیہ سے سوال کیا گیا شعبان کی پندرھویں رات کو نماز پڑھنا کیسا ہے؟

فأجاب: إذا صلى الانسان ليلة النصف وحده او فى جماعة خاصة كما كان يفعل طوائف من السلف فهو حسن.

ترجمہ: انہوں نے جواب دیا جب انسان شعبان کی پندرھویں رات کو اکیلا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ جیسا کہ سلف صالحین کا عمل تھا تو یہ اچھی بات ہے۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج (۲۳) ص (۱۳۱))

اس رات میں کیا ہوتا ہے؟: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

((هَلْ تَدْرِیْنَ مَا فِی هَذِهِ اللَّیْلَةِ))- یعنی لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ – قالتْ : وما فِیهَا یارسولَ اللهِ؟ فَقَالَ: ((فِیْهَا أَنْ یُكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ مِنْ بَنِی آدَمَ فی هَذِهِ السَّنَةِ، و فِیْهَا أَنْ یُكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِی آدَمَ فی هَذِهِ السَّنَةِ، وفیها تُرْفَعُ أَعْمَالُهُمْ وفِیْهَا

تَنَزَّلُ اَرْزَاقُھُمْ))۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تمہیں معلوم ہے کہ اس رات یعنی پندرھویں شعبان میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں کیا ہے؟ فرمایا: اس رات میں سال بھر پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام لکھا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ہر مرنے والے کا نام بھی لکھا جاتا ہے اسی رات اُن کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں اسی رات مخلوق کا رزق بھی تقسیم ہوتا ہے۔(مشکوۃ حدیث:(۱۳۰۵) کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان۔ بیہقی فی الدعوات الکبیر غنیۃ الطالبین مترجم ص(۳۷۶))

فرشتے لوحِ محفوظ سے سال بھر کے ہونے والے واقعات اس رات صحیفوں میں نقل کر دیتے ہیں اور ہر صحیفہ اُن فرشتوں کے حوالے کرتے ہیں جن کے ذمہ یہ کام ہے چنانچہ مرنے والوں کی فہرست ملک الموت کو اور پیدا کرنے والوں کی فہرست بچہ بنانے والے فرشتوں کو، رزقوں کی فہرست حضرت میکائیل کو دے دی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان فرشتوں کو سال میں پیدا ہونے والے، مرنے والے لوگوں کا اور گرنے والے بارش کے قطرات اور ملنے والی روزیوں کا پورا علم ہوتا ہے یہ علوم خمسہ ہیں جو ان فرشتوں کو دیئے گئے تو ہمارے حضور ﷺ کے علم کا کیا پوچھنا۔ اس حدیث میں وہ لوگ غور کریں جو حضور ﷺ کے علم کے انکاری ہیں لوح محفوظ کے فرشتوں کو ذرہ ذرہ کی خبر ہے۔(مراۃ شرح مشکاۃ ج ۲ ص(۲۹۳))

شعبان کی پندرھویں رات قبرستان جانا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے:

حدیث(۷)

عن عائشة رضی الله عنها قَالَتْ: فَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَخَرَجْتُ أَطْلُبُهُ، فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ رَافِعٌ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، وفی رواية-رَافِعٌ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَدْعُوْ- فقال((يا عائشةُ! أَكُنْتِ تَخَافِيْنَ أَنْ يَحِيْفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ ؟)) قالت، قد قُلْتُ: ومابی ذلك، ولكنی ظننتُ أنك أتيت بعض نسائك، فقال((إِنَّ اللهَ تعالى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السماءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ))۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کو گم پایا اور میں آپ کو تلاش کرنے کے لئے نکلی دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں تھے اور آسمان کی طرف سر بلند کیا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اے عائشہ کیا تم اس سے خوف کرتی تھیں کہ تم پر اللہ ورسول ظلم کرینگے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی تو بات نہ تھی لیکن مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی اور زوجہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی پندرھویں شعبان کی رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے تو قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔(ابن ماجہ حدیث ۱۳۸۹ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، مشکوۃ حدیث:۱۲۹۹ کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان، ترمذی حدیث ۷۳۹ کتاب الصوم باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان)

یعنی اس رات رب کی رحمت خاص دنیا کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور قبیلہ کلب جن کے پاس بہت بکریاں ہیں ان بکریوں کے جسم پر جس قدر بال ہیں اتنے گنا ہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ شب برات میں عبادت کرنا قبرستان جانا سنت ہے۔(مرآۃ شرح مشکاۃ ج ۲ ص ۲۹۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور لباس اُتارنے لگے ابھی پورا اُتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہو گئے اور لباس زیب تن فرمایا: مجھے سخت رشک آیا میں نے گمان کیا کہ آپ میری ساتھن یعنی کسی دوسری زوجہ کے پاس

تشریف لے جائیں گے آپ کی روانگی کے بعد میں بھی آپ کے پیچھے نکلی تو میں نے آپ ﷺ کو بقیع الغرقد میں پایا آپ مومن مردوں مومن عورتوں اور شہداء کی بخشش کی دعا کر رہے تھے تو میں نے (اپنے دل میں) کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اپنے رب کی یاد میں ہیں اور میں دنیا کے خیال میں ہوں پھر میں واپس لوٹی میں اپنے کمرے میں داخل ہوئی میری سانس بلند تھی اور رسول اللہ ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: اے عائشہ کیا بات ہے تمہاری سانس کیوں پھول رہی ہے میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تشریف لا کر لباس اُتارنے لگے ابھی پورا اُتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہوگئے اور لباس زیب تن فرمایا: مجھے سخت رشک آیا میں نے گمان کیا کہ آپ میری ساتھن یعنی کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے جائیں گے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کو بقیع الغرقد میں پایا آپ دعا کر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تم اس سے خوف کرتی تھیں کہ تم پر اللہ و رسول ظلم کریں گے میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے اس رات اللہ تعالیٰ قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے لیکن اُس رات کافر، کینہ ور، ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والوں، والدین کے نافرمان اور عادی شراب خور کی طرف نظر کرم نہیں فرماتا پھر فرمایا: اے عائشہ کیا مجھے اس رات قیام کرنے کی اجازت دیتی ہو میں نے کہا ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں پھر آپ نے نماز پڑھی لمبا سجدہ کیا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا آپ ﷺ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے میں نے اُٹھ کر آپ کو چھوا اور اپنا ہاتھ آپ کے قدموں کے تلووں پر رکھا تو اُن میں حرکت تھی اس پر مجھے خوشی ہوئی میں نے سنا: آپ ﷺ سجدہ میں یہ دعا پڑھ رہے تھے: "اے اللہ میں پناہ لیتا ہوں تیرے عفو کی تیرے عذاب سے، میں پناہ لیتا ہوں تیرے رضا کی تیری ناراضگی سے میں تجھ سے ڈر کر تیری ہی ذاتِ عظمت کی پناہ لیتا ہوں میں کما حقہ تری حمد و ثنا کی طاقت نہیں رکھتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے" صبح کو میں نے عرض کیا کہ آپ سجدہ میں ایسے کلمات ادا فرما رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے انہیں یاد کر لیا ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا خود بھی یاد کرلو اور دوسروں کو بھی سکھا دو کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ کلمات سکھائے اور کہا انہیں سجدہ میں پڑھا کریں۔ (بیہقی فی شعب الایمان حدیث (۳۸۳۷) ج ۳ ص (۳۸۴) ترغیب و ترہیب حدیث (۱۵۴۷) ج ۲ ص (۷۳) ماثبت بالسنہ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی مترجم ص (۲۰۳-۲۰۵) ماذا فی شعبان عربی از شیخ علوی مالکی ص (۹۵-۹۸)

پانچ راتوں میں عبادت: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پانچ راتوں میں عبادت کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی لیلۃ الترویہ (ذوالحج کی آٹھ) اور عرفہ کی رات قربانی کی رات اور عید الفطر اور شعبان کی پندرھویں رات۔ (ترغیب حدیث ۱۶۱۵)

حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً روایت ہے: کہ پانچ راتوں میں دعا رد نہیں ہوتی پہلی رجب کی رات ایک پندرھویں شعبان کی رات جمعہ المبارک کی رات عید الفطر کی رات اور عید الاضحیٰ کی رات۔ (ابن عساکر)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ جبریل امین کو جنت میں بھیج کر کہلواتا ہے کہ پوری جنت سجا دی جائے کیونکہ آج رات آسمانی ستاروں دنیا کے شب و روز، درختوں کے پتوں، پہاڑوں کے وزن اور ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر اپنے بندوں کو بخش دونگا۔ (ماثبت بالسنہ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی مترجم ص (۱۹۶) ماذا فی شعبان عربی از شیخ علوی مالکی ص (۸۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں اب جو شخص شعبان کی پندرھویں رات کو شب بیداری کرے تو یہ امر حدیث کے مطابق بالکل مستحب

ہے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جن احادیث سے کسی فعل کا جائز ہونا پایا جائے وہ فعل مستحب ہے۔ ماثبت بالسنہ ص (۲۰۳)

انعام خداوندی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن ایک پہاڑ کے پاس سے گذرے کہ وہاں ایک سفید پتھر دیکھا اس کی خوبصورتی اور دلکشی پر آپ بہت متعجب ہوئے۔ آپ کے اظہار تعجب پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے روح اللہ کیا تم چاہتے ہو کہ اس پتھر سے زیادہ تعجب خیز ایک چیز تم پر ظاہر کر دوں؟ روح اللہ علیہ السلام نے عرض کیا: ہاں میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ حکم خداوندی سے وہ پتھر پھٹ گیا اور اس میں ایک بزرگ نکلا جس کے ہاتھ میں ایک سرسبز شاخ تھی جس میں انگور لگے ہوئے تھے۔ اس نے کہا اے اللہ کے نبی یہ میرے ہر دن کی خوراک ہے اور میں یہاں عبادت خداوندی میں مصروف رہتا ہوں آپ نے اس سے پوچھا تو کب سے اس پتھر میں عبادت کر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا چار سو سال سے۔ یہ سن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو بڑا خوش نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیارے روح اللہ میرے محبوب ﷺ کی امت میں سے جو شخص شعبان کی پندرھویں رات میں دو رکعت نفل پڑھے گا۔ وہ اس شخص کی چار سو سالہ عبادت سے بھی زیادہ ثواب پائے گا۔ (نزہتہ المجالس)

شعبان میں روزہ کی فضیلت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے رکھتے تو ہم کہتے کہ اب چھوڑیں گے نہیں۔ اور نہ رکھتے تو ہم کہتے اب روزے نہیں رکھیں گے میں نے رمضان کے سوا رسول اللہ ﷺ کو کسی پورے مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (بخاری ۱۹۶۹ مسلم ۱۱۵۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو تمام مہینوں سے زیادہ پسندیدہ روزے شعبان کے ہیں فرمایا ایک سال میں مرنے والوں کے نام اللہ تعالیٰ تحریر کر دیتا ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ میری ظاہری مدت حیات اس حال میں لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (ابو یعلیٰ و ترغیب: ۱۵۱۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں فرمایا: شعبان کے روزے رمضان کی تعظیم کے لئے، کہا گیا کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا رمضان میں صدقہ کرنا۔ (ترمذی: ۶۶۳)

سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے: حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا فرمایا لوگ ماہ رجب اور رمضان کے درمیانی مہینہ شعبان کی عظمت وفضیلت سے غافل ہیں یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال رب العالمین کی طرف اُٹھائے جاتے ہیں اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں (۔ نسائی و ترغیب)

یہ رات جہنم سے براءت اور آگ سے بچنے کی رات ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو اگرچہ آدھی کھجور صدقہ کر کے ہی سہی۔ (بخاری اور مسلم)

لیکن کتنے افسوس کی بات ہے جو رات عبادت کے ذریعے آگ سے بچنے کی تھی اسے لوگوں نے آگ سے کھیلنے اور اسے خرید کر رب کی ناراضگی اور شیطان کو راضی کرنے کا ذریعہ بنالیا۔

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں　　کچھ بھی تمہیں پیغام محمد کا پاس نہیں

اسلئے نہ خود آگ کے پٹاخے خریدیں اور نہ بچوں کو خرید کر دیں کیونکہ اس میں ظاہری نقصان کے علاوہ فضول خرچی بھی ہے اور قرآن کی رو سے فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔　　(محمد نصر اللہ نقشبندی قادری 03328028182)

اقامت اور صفوں کی درستگی

تحریر و تحقیق: ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی (پاکستان)

☆03447519992

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم!

☆اقامت کے وقت کب کھڑا ہوا جائے؟☆

فقہاء احناف نے اقامت میں کھڑا ہونے کے بارے میں تین صورتیں بیان کی ہیں ان کا جاننا ضروری ہے تاکہ محل اختلاف متعین ہو جائے

۱۔ اول یہ کہ امام وقتِ اقامت جانب محراب سے مسجد میں آئے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ امام پیچھے یا اطراف مسجد سے آئے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ امام و مقتدی وقتِ اقامت مسجد میں موجود ہوں۔

پہلی دو صورتوں میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن تیسری صورت میں ہمارا اختلاف ہے۔

تیسری صورت جس میں امام و مقتدی مسجد میں موجود ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ یا حی الفلاح" پر کھڑا ہونا امام اور مقتدی کے لئے مستحب ہے اور اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے اس کے متعلق فقہاء احناف صراحتاً بیان کرتے ہیں

(۱) علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی (المتوفی ۵۵۷ھ) لکھتے ہیں

[**ولجملة فیہ ان المؤذن اذا قال حی الفلاح فان کان الامام معھم فی المسجد یستحب للقوم ان یقوموا فی الصف**] خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو امام و مقتدی سب کو صف میں اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب مؤذن حی الفلاح کہے (بدائع الصنائع ۱/۲۰۰ طبع مصر)

(۲) "تنویر الابصار" میں ہے

"والقیام لامام ومؤتم حین قیل حی الفلاح ان کان الامام بقرب المحراب"

ترجمہ: یعنی جب امام محراب کے قریب ہو تو امام اور قوم حی الفلاح پر کھڑے ہوں گے (تنویر الابصار بر حاشیہ شامی ۱/۳۵۴ طبع کوئٹہ)

(۳) علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ "فتاوی شامی" میں لکھتے ہیں

[کذا فی (۳) الکنز (۴) ونور الایضاح (۵) والاصلاح (۶) والظھیریہ (۷) والبدائع وغیرھا والذی فی (۸) الدرر متناً وشرحاً عند حیعلة الاولیٰ یعنی حین یقال حی الصلاة اہ وعزاہ الشیخ اسماعیل فی شرحہ الیٰ (۹) عیون المذاھب (۱۰) والفیض (۱۱) والوقایة (۱۲) والنقایة (۱۳) والحاوی

(۱۴) والمختار اہ قلت وعتمدہ فی متن (۱۵) الملتقی وحکی الاول بقیل لکن نقل ابن الکمال لصحیح الاول ونص عبارتہ قال

فی (۱۶)الذخیرة یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی الفلاح عند علمائنا الثلاثه]

ترجمہ: یعنی ایسا ہی کنز الدقائق، نورالایضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ میں ہے اور ''الدرر،، کے متن اور شرح میں ہے کہ حی الصلوۃ پر قیام کیا جائے الشیخ اسماعیل نے اپنی شرح ''عیون المذاہب،، فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی اور مختار میں نقل کیا: میں (ابن عابدین شامی) کہتا ہوں کہ ملتقی کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ذخیرہ میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب مؤذن حی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں علماء ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ عنہم) کے نزدیک۔ **(ردالمحتار شامی ۲/۷۷ کتاب الصلوۃ طبع الریاض)**

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس عبارت میں (۱۴) مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا کہ حی الصلوۃ یا حی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہیے اسی طرح

[(۱۷)تبیین الحقائق ۱/۱۰۸ (۱۸)درر شرح غرر ۱/۸۰ (۱۹)عمدۃ القاری شرح بخاری ۸/۲۱۱ (۲۰) شرح مسلم نووی ۱/۲۲۱ (۲۱)فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ (۲۲) کرمانی شرح بخاری ۵/۳۲ طبع بیروت (۲۳)ارشاد الساری شرح بخاری ۲/۱۲۱ (۲۴)بحر الرائق ۳/۲۰۸ (۲۵)ملتقی الابحر ۱/۲۲۹ (۲۶)مجمع الانہر ۱/۷۸ (۲۷)محیط البرہانی ۲/۱۷ (۲۸)فتاوی ہندیہ المعروف فتاوی عالمگیری ۱/۵۷ طبع کوئٹہ] میں ہے

[یقول الامام والقوم اذا قال المؤذن حی الفلاح عند علمائنا الثلاثه هو الصحیح]

ترجمہ: یعنی ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں گے جب مؤذن ''حی الفلاح،، کہے اور یہی صحیح ہے

مذکورہ بالا کتب میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ ''حنفیہ،، کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے وقت [حی الصلوۃ یا حی الفلاح] پر کھڑا ہونا مستحب ہے

﴿اقامت میں امام ومقتدی کا ''حی الصلوۃ،، سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟﴾

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے فتاوی عالمگیری میں جو فقہ حنفی میں معتبر اور متفق علیہ فتاوی ہے نے لکھا

[ویکره الانتظار قائماولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قوله حی الفلاح کذا فی المضمرات] ترجمہ: اور کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو جب مؤذن اپنے حی الفلاح پر پہنچے (فتاوی عالمگیری ۱/۵۷ کتاب الصلوۃ طبع کوئٹہ)

(۲) علامہ سید احمد طحطاوی حنفی فرماتے ہیں

[واذا اخذ المؤذن فی الاقامة ودخل رجل المسجد فانه یقعد ولا ینتظر قائما فانه مکروه کما فی المضمرات قهستانی ویفهم منه کراهة القیام ابتداء الاقامة والناس عنها غافلون]

ترجمہ: اور جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی کی مضمرات میں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اقامت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ (حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح ۱/۱۸۶ طبع مصر)

لہٰذا لوگوں کو اس غفلت سے نکل کر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنا چاہیے

﴿حضور ﷺ اور صحابہ وتابعین کا عمل واقوال﴾

اس مسئلہ میں حدیث وآثار کافی تعداد میں موجود ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں

(۱) حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

[إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُومُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ] ترجمہ: جب اقامت کی جائے کھڑے نہ ہو حتی کہ مجھے نکلتا ہوا دیکھو

۱)صحیح بخاری باب یقوم الناس ۱/۶۴ ا رقم ۶۳۸ (۲)صحیح مسلم ۲/۱۰۱ ا رقم ۱۳۹۵

۳)جامع ترمذی ۱/۱۵۱ ۶رقم ۵۱۷ (۴)سنن ابوداؤد ۱/۴۸ ا رقم ۵۳۹

۵)سنن نسائی ۲/۱ ۳رقم ۶۸۷ (۶)صحیح ابن حبان ۵/۱ ۵رقم ۱۷۵۵

۷)فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ (۸)مسند احمد ۵/۳۰۴رقم ۲۲۶۴۰

۹)صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۴ ا رقم ۱۵۲۶ (۱۰)مسند الطیالسی ۱/۵۰۸رقم ۶۲۳

۱۱)مستخرج ابی عوانہ ۲/۹رقم ۱۰۴۸ (۱۲)سنن الدارمی ۱/۳۲۳رقم ۱۲۶۲

۱۳)مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۵رقم ۴۱۱۶ (۱۴)مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۴رقم ۹۳۲

۱۵)معجم ابن الأعرابی ۲/۴۳۰رقم ۹۲۹ (۱۶)الأوسط ابن المنذر ۱/۱۶۹ ا رقم ۱۹۲۳

(۲) امام بزار اپنی "مسند،، میں امام ابوالقاسم الطبرانی اپنی "معجم،، میں امام بیہقی اپنی "سنن الکبریٰ،، میں محدث سیمویہ اپنی کتاب میں سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

[كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَالَ بِلَالٌ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ نَهَضَ فَكَبَّرَ]

ترجمہ: جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت میں "قد قامت الصلوۃ،، کہنے لگتے تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے پھر اللہ اکبر کہتے

۱)المسند البزار ۸/۲۹۸ مسند عبداللہ بن ابی اوفیٰ طبع مدینہ منورہ (۲)مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۲/۱۰۲ اطبع دارالفکر بیروت

۳) کنزالعمال ۷/۵۴رقم الحدیث ۲۲۹۷۱ اطبع حلب (۴)سنن الکبریٰ بیہقی ۲/۲۲طبع دکن

۵)میزان الاعتدال ۱/۴۶۴ (۶)سوالات ابن الجنید لأبی زکریا یحیی بن معین ۱/۳۳۴رقم ۲۹۶

۷)الشمائل الشریفۃ للسیوطی ۱/۱۸۰ ا رقم ۲۹۳ (۸)تحفۃ الأحوذی ۲/۱۲۹

۹)الأوسط لابن المنذر ۶/۷۴ ا رقم ۱۹۲۷

اکابر علماء دیوبند میں مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے خلیفہ ظفر احمد عثمانی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا

"وهو حديث حسن الاسناد،، (اعلاء السنن ۴/۳۲۶ طبع کراچی)

۳) امام عبدالرزاق اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں۔

[عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنِ ابْنِ التَّيْمِيِّ،عَنِ الصَّلْتِ،عَنْ عَلْقَمَةَ،عَنْ أُمِّهِ،عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ،أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ فِيْ بَيْتِهَافَسَمِعَ الْمُؤَذِّنَ فَقَالَ كَمَا يَقُوْلُ ،فَلَمَّا قَالَ :حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ،نَهَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الصَّلٰوةِ]

ترجمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تھے مؤذن نے اقامت کہی جب اس نے [حی الصلوۃ] کہا تو رسول اللہ ﷺ اسی وقت نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے

۱)مصنف عبدالرزاق ۱/۳۸۱رقم ۱۸۵۱طبع بیروت (۲)معجم الکبیر للطبرانی ۲۳/۲۴۴رقم ۴۸۵

۳)جامع الأحادیث ۳۰/۲۳۴رقم ۳۳۵۴۳ (۴) کنز العمال ۸/۳۹۴رقم ۲۳۲۷۳

۴) ﴿امام حسین رضی اللہ عنہ کا عمل﴾

ا:امام عبدالرزاق اپنی سند سے نقل کرتے ہیں

[فَأَقَامَ الْمُؤَذِّنُ بِا الصَّلٰوةِ فَلَمَّا قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَامَ حُسَيْنٌ]

ترجمہ:مؤذن نے نماز کے لئے اقامت کہی تو جب وہ "قد قامت الصلوۃ،، کہنے لگا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے

۱)مصنف عبدالرزاق ۱/۵۵۰رقم ۱۹۳۷ (۲)أخبار مكة للفاکهی ۲/۲۷رقم ۱۱۷۲

ب:امام بیہقی "سنن الکبری،، میں لکھتے ہیں

[وَ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ،وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ وَالْحَسَنِ]

ترجمہ:اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور یہی قول عطاء اور حسن کا ہے(جیسا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں پہلے لکھا ہے یعنی قد قامت الصلوۃ پر کھڑے ہوتے) (سنن الکبری للبیهقی ۲/۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

۵) ﴿حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل﴾

(ا)امام بیہقی لکھتے ہیں

[وَرُوِّيْنَا عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ:إِذَا قِيْلَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَثَبَ فَقَامَ]

ترجمہ:ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ کا معمول یہ تھا کہ جس وقت "قد قامت الصلوۃ،، کہا جانے لگتا تو آپ تیزی سے کھڑے ہوجاتے۔ (سنن الکبری للبیهقی ۲/۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

(۲) محدث[ابن المنذر] اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں

[عن أنس أنه كان يقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوة]ترجمہ:حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن [قد قامت الصلوۃ] کہنے لگتا

۱)فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ تحت حدیث ۶۱۱ طبع بیروت (۲)اکمال المعلم شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض ۲/۳۱۰

۳)شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ۱/۲۱۴ (۴)تحفة الأحوذی ۳/۱۶۵

۵)عون المعبود و حاشیه ابن القیم ۲/۱۷۳ (۶)الثمر المستطاب للالبانی ۱/۲۳۱

۷)الفقه الاسلامی و ادلته للزحیلی ۱/۷۳۴ (۸)نیل الأوطار ۳/۲۳۳

۹)سبل السلام ۱/۱۳۰ (۱۰)بستان الأخبار للابن تیمیة ۲/۱۰۱ تحت حدیث ۱۳۹۲

۱۱)شرح البلوغ للعبدالرزاق الصنعانی ۱/۵۴

﴿حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تاکید﴾

۶)امام عبدالرزاق الصنعانی لکھتے ہیں

[عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ،عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ،عَنْ عَطِيَّةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ ،فَلَمَّا اَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِى الْاِقَامَةِ قُمْنَا ،فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ:اجْلِسُوْا فَإِذَا قَالَ:قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ فَقُوْمُوْا]

ترجمہ:حضرت عطیہ بیان فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے جونہی مؤذن نے اقامت کہنا شروع کی ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پس جب مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ،، کہنے لگے تب کھڑے ہونا (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۶رقم ۱۹۴۰)

﴿اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول﴾

۷)امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بیٹھ کر اقامت سننے اور "قد قامت الصلوٰۃ،، کے نزدیک کھڑا ہونے کا مسئلہ بیان کر کے لکھتے ہیں

[**وکذا رواہ سعید بن منصور من طریق ابی اسحاق عن اصحاب عبد اللہ**]ترجمہ:امام سعید بن مسعود نے بطریق ابی اسحاق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ۲/۱۲۰تحت حدیث ۶۱۱طبع بیروت)

﴿صحابہ واکابر تابعین کا مذہب﴾

۸)[عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنِ ابْنِ التَّيْمِيِّ،عَنْ أَبِى عَامِرٍ ،عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالُوْا: كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ أَنْ يَنْهَضَ ،الرَّجُلُ اِلَى الصَّلٰوةِ حِيْنَ يَأْخُذُ الْمُؤَذِّنُ فِى اِقَامَتِهٖ]

ترجمہ:معاویہ ابن قرۃ کہتے ہیں (صحابہ وتابعین)اسے مکروہ جانتے تھے کہ مؤذن کے اقامت شروع کرتے ہی آدمی نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔(مصنف عبدالرزاق ۱/۴۸۰رقم ۱۸۵۰طبع بیروت)

﴿تابعی حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ کا عمل﴾

۹) [عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ:اَتَيْتُ اَبَا اِسْحَاقَ وَكَانَ جَارَالْمَسْجِدِ لَا يَخْرُجُ حَتّٰى يَسْمَعَ الْاِقَامَةَقَالَ:وَرَأَيْتُ رِجَالًا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ]

ترجمہ:حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابواسحاق رحمہ اللہ کے پاس آیا وہ مسجد کے پڑوسی تھے وہ گھر سے جماعت میں شمولیت کے لئے اس وقت تک نہ نکلتے جب تک اقامت نہ سن لیتے نیز فرمایا کہ میں نے (تابعین میں سے)اور بھی بہت سے لوگوں کو دیکھا جو ایسا ہی کرتے تھے (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۵رقم ۱۹۳۵طبع بیروت)

﴿مشہور تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ کا فتوی وعمل﴾

۱۰) ا۔[عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ:قُلْتُ لِعَطَاءٍ ،اَنَّهٗ يُقَالُ:اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيَقُمِ النَّاسُ حِيْنَئِذٍقَالَ:نَعَمْ]

ترجمہ:ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ جب مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ،، کہنے لگے لوگوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہیے فرمایا:ہاں درست ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۵رقم ۱۹۳۶طبع بیروت)

ب۔ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

[وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ يَفْعَلُ ذَالِكَ،وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ وَالْحَسَنِ] ترجمہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے) اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۰ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدر آباد الدّیا)

﴿امام حسن بصری رحمہ اللہ عنہ کے اقوال واعمال﴾

۱۱) ا۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

[حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى،عَنْ هِشَامٍ،عَنِ الْحَسَنِ:اَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يَقُوْمَ الْاِمَامُ حَتّٰى يَقُوْلَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ] ترجمہ: امام حسن بصری رحمہ اللہ امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے جب تک کہ مؤذن قد قامت الصلوۃ نہ کہنے لگے (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۶ رقم ۴۱۲۲)

ب۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۵ رقم ۴۱۱۳ میں ہے

ج۔ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ يَفْعَلُ ذَالِكَ،وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ وَالْحَسَنِ] ترجمہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے) اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۰ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدر آباد الدّیا)

﴿خلیفہ راشد مجدد اوّل، تابعی امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا فرمان﴾

۱۲) ا۔ [حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ،عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ،عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ،قَالَ :سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ:سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ بِخُنَاصِرَةَ يَقُوْلُ حِيْنَ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قُوْمُوْا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ] ترجمہ ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مقام [خناصرہ] میں، میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سنا جس وقت مؤذن "قد قامت الصلوۃ" کہتا تو فرماتے کھڑے ہو جاؤ نماز قائم ہو گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۶ رقم ۴۱۲۱)

ب۔ [عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ:أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيْمِ بْنُ مَالِكٍ،أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ :بَعَثَ إِلَى الْمَسَاجِدِ رِجَالًا إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَقُوْمُوْا إِلَيْهَا] ترجمہ: یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مسجدوں میں آدمی بھیجے (اور یہ فرمان جاری کیا) کہ جس وقت قد قامت الصلوۃ کہا جائے تو نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرو۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۶ رقم ۱۹۳۹ طبع بیروت)

﴿حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا عمل﴾

۱۳) ا۔ [حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ ،عَنْ خَالِدٍ،عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ ،عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَامَ] ترجمہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ مؤذن جب حی الصلوۃ کہتا آپ اس وقت کھڑے ہوتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۵ رقم ۴۱۱۴)

ب۔ [عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ،عَنْ طَلْحَةَ،عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ،اَنَّهُ قَالَ:اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ:حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَامَ الْقَوْمُ فِي الصُّفُوْفِ] ترجمہ: حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا جب مؤذن (اقامت کہتے ہوئے) حی الفلاح کہے تو نمازی صفوں میں کھڑے ہو جائیں (کتاب الآثار لابی یوسف صفحہ ۱۹ رقم ۸۹ طبع بیروت)

ج۔[مُحَمَّدٌ قَالَ : أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَنِيْفَةَ،قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ،عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ:اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ:حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ،فَاِنَّهُ يَنْبَغِي لِلْقَوْمِ، أَنْ يَقُوْمُوْا فَيَصُفُّوْا] ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مؤذن (اقامت میں) حی الفلاح کہے تو اس وقت چاہیے کہ لوگ کھڑے ہو جائیں پھر صفیں درست کریں۔ (کتاب الآثار امام محمد ۱/۱۰۷ رقم ۷۳ طبع بیروت،جامع المسانید للخوارزمی ۱/۳۳۴طبع فیصل آباد)

﴿تابعی جلیل امام الفقہاء امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب﴾

۱۴)امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی روایت بالا کے متصلا بعد،امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے امام محمد بن حسن الشیبانی لکھتے ہیں

[وَبِهِ نَأْخُذُ،وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،وَاِنْ كَفَّ الْاِمَامُ حَتّٰى يَفْرُغَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ اِقَامَتِهِ ثُمَّ كَبَّرَ ،فَلَا بَأْسَ بِهِ أَيْضًا كُلُّ ذَالِكَ حَسَنٌ]

ترجمہ:اور یہی (جو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا ہے) ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور اگر امام مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کا انتظار کرے پھر اس کے بعد اللہ اکبر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں یہ سب درست ہے

(کتاب الآثار امام محمد ۱/۱۰۷رقم ۷۳ ،جامع المسانید للخوارزمی ۱/۳۳۴،موطا امام محمد مترجم صفحہ۸۷طبع لاہور)

﴿امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کا اعلان حق﴾

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ علماء صحابہ کرام اور دیگر لوگوں کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

[قَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنْ يَنْتَظِرَ النَّاسُ الْاِمَامَ وَهُمْ قِيَامٌ قَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا كَانَ الْاِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ وَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاِنَّمَا يَقُوْمُوْنَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ]

ترجمہ:اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر امام کی انتظار کو مکروہ کہا ہے بعض علماء فرماتے ہیں جب امام مسجد میں ہی ہو اور تکبیر کہی جائے تو لوگ قد قامت الصلوۃ پر کھڑے ہوں یہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے

۱) جامع ترمذی ۱/۳۱۷،تحت رقم ۵۹۲طبع بیروت ۲) مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی۳/۱۹۲

۳) مسند الصحابة فی الکتب التسعة۴۲۶/۳۵ ۴) الثمر المستطاب فی فقه السنة والکتاب ۱/۳۳۰

۵) الاختیارات الفقهية للترمذی ۱/۲۸۹

﴿علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کا اعتراف حق﴾

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی اپنی کتاب [فیض الباری شرح بخاری] میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

[ویعلم من بعض الاحادیث انهم کانوا یقومون لها بعد تمام الاقامة ومن بعضها انهم کانوا یقومون فی خلالها وهکذا فی کتبنا]

ترجمہ: کچھ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اقامت پوری ہونے کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور کچھ حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ درمیان اقامت میں (حی علی الصلوٰۃ) پر کھڑے ہوا کرتے تھے اور ہماری کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے (فیض الباری شرح بخاری باب متی یقوم الناس ۲/۱۹۰طبع انڈیا)

﴿مفتی عزیز الرحمٰن مفتی دار العلوم دیوبند کا اعتراف حق﴾

اقامت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

[نماز کے آداب میں سے فقہاء نے لکھا ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت سب کھڑے ہو جائیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جائیں تو کوئی محل اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استحباب اور ترک آداب پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا البتہ بہتر یہی ہے جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے اور در مختار میں بھی یہی لکھا ہے اور اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے کی طرف سے آوے جس وقت امام پر نظر پڑے مقتدی کھڑے ہو جائیں بہر حال اس میں ہر طرح وسعت ہے مگر اتباع تصریحات فقہاء کا اولیٰ و افضل ہے۔ (فتاوٰی دار العلوم دیو بند ۲/۷۹ مفتی عزیز الرحمٰن طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

﴿مفتی فرید دیو بندی اکوڑہ خٹک کا اعتراف حق﴾

مفتی فرید صاحب سے وقت اقامت حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جواب میں لکھتے ہیں

[حی الصلوٰۃ پڑھنے کے وقت قیام کرنا ادب اور افضل ہے الخ......] (فتاوٰی فریدیہ المعروف فتاوٰی دیو بند پاکستان مفتی اعظم مفتی فرید جامع دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۲/۱۸۸ طبع صوابی پاکستان)

﴿مفتی محمد شفیع مفتی دار العلوم دیو بند کا اعتراف حق﴾

مفتی محمد شفیع دیو بندی سے بھی اقامت کے بارے حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جواباً لکھتے ہیں

[جس وقت تکبیر پڑھنے والا" حی الصلوٰۃ"، پر پہنچے اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیے.....الخ (فتاوٰی دار العلوم دیو بند المعروف امداد المفتین کامل ۲/۲۹۲ طبع دار الاشاعت کراچی)

﴿احسن نانوتوی دیو بندی کا اعتراف حق﴾

احسن نانوتوی صاحب لکھتے ہیں

[اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے] (غایۃ الاوطار ۲/۲۲۲ طبع کراچی)

﴿سید امیر علی دیو بندی کا اعتراف حق﴾

سید امیر علی دیو بندی لکھتے ہیں

[اگر مؤذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر ہوں تو مؤذن جس وقت اقامت میں حی علی الفلاح کہے اس وقت ہمارے تینوں علماء کے نزدیک امام اور مقتدی کھڑے ہو جاویں یہی صحیح ہے (فتاوٰی عالمگیری مترجم ترجمہ سید امیر علی ۱/۸۹ طبع دار الاشاعت کراچی)

﴿فقہاء نے اقامت میں پہلے کھڑے ہونے کو جس وجہ سے مکروہ فرمایا﴾

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

[اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ] ترجمہ: جب اقامت کہی جائے کھڑے نہ ہو حتیٰ کہ مجھے نکلتا ہوا دیکھو

۱) صحیح بخاری باب یقوم الناس ۱/۹۲ رقم ۶۳۸ — (۲) صحیح مسلم ۲/۱۰۱ رقم ۱۳۹۵

۳) جامع ترمذی ۱/۱۵۶ رقم ۵۱۷ — (۴) سنن ابو داؤد ۱/۱۴۸ رقم ۵۳۹

۵) سنن نسائی ۲/۱۳ رقم ۶۸۷ — (۶) صحیح ابن حبان ۵/۱۵ رقم ۱۷۵۵

۷)فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ (۸)مسند احمد ۵/۳۰۴رقم ۲۲۶۴۰

۹)صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۴رقم ۱۵۲۶ (۱۰)مسند الطیالسی ۱/۵۰۸رقم ۶۲۳

۱۱)مستخرج ابی عوانہ ۲/۹رقم ۱۰۴۸ (۱۲)سنن الدارمی ۱/۳۲۳رقم ۱۲۶۲

۱۳)مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۰۵رقم ۴۱۱۶ (۱۴)مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۴رقم ۹۳۲

۱۵)معجم ابن الأعرابی ۲/۳۴۰رقم ۹۲۹ (۱۶)الأوسط ابن المنذر ۱/۱۲۹رقم ۱۹۲۳

حجرہ شریف سے مسجد میں حضورﷺ کی تشریف آوری سے پہلے صحابہ کرام کے شروع اقامت میں کھڑے ہوجانے کی وجہ سے منع فرمایا آپﷺ کو نا گوار گزرا کہ صحابہ میرے آنے سے پہلے کھڑے ہوں چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

[الاشبہ انہم کانوا یقومون الی الصلوۃ قبل خروج النبی ﷺ ویاخلون مقامھم قبل ان یاخذلم امرھم بان لایقوموا الی الصلوۃ حتیٰ یروہ قد خرج تخفیفا ھم] ترجمہ:قرین تحقیق یہ ہے کہ لوگ (بوقت اقامت) نبی پاکﷺ کی مسجد میں تشریف آوری سے پہلے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور حضورﷺ سے پہلے ہی اپنے کھڑے ہونے کی جگہ سنبھال لیتے تب آپ ان پر تخفیف کرتے ہوئے انھیں حکم دیا کہ (جس وقت اقامت شروع ہوتو) وہ فوراً ہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تاوقتیکہ حضورﷺ کو تشریف لاتے ہوئے نہ دیکھ لیں

امام حافظ احمد بن حجر عسقلانی نے [فتح الباری ۲/۱۲۰] امام حافظ بدرالدین عینی نے [عمدۃ القاری ۵/۱۵۳] امام نووی نے [شرح صحیح مسلم ۱/۲۲۰] قاضی شوکانی نے [نیل الاوطار ۲/۲۳۴] اور خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے [بذل المجہود ۱/۳۰۷] نے حدیث ابی قتادۃ کی شرح کرتے ہوئے امام بیہقی ہی والی بات لکھی ہے

﴿یہ واقعہ ایک دوبار کا ہے﴾

امام المحدثین قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے ،امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ ،امام محی الدین نووی رحمہ اللہ ،شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے کہا کہ صحابہ کا آغاز اقامت میں کھڑا ہوجانے کا عمل ایک بار یا دوبار ہوا دیکھئے [عمدۃ القاری ۵/۱۵۳،شرح صحیح مسلم نووی ۱/۲۲۰،عون المعبود ۱/۲۱۲]

جب نبیﷺ نیا قامت میں پہلے کھڑے ہونے کو منع کردیا جس وجہ سے فقہاء مکروہ فرماتے ہیں تو پھر علماء دیوبند اور غیر مقلدین کا شروع اقامت میں کھڑا ہونا کیا معنی رکھتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی منسوخ روایت پیش کرنا صرف ضد ہی نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿ایک بہانہ اور اس کا ازالہ﴾

بعض لوگ صفیں درست کرنے کا بہانہ بنا کر آغاز اقامت ہی میں کھڑے ہوجاتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر اقامت بیٹھ کر سنیں تو صفیں درست کرنے کی سنت ہم کب ادا کریں؟

ان کی خدمت میں جواباً عرض ہے کہ صحیحین وغیرہا کی احادیث مرفوعہ ۔نیز صحابہ کے عمل سے صاف ظاہر ہے کہ سب مقتدیین آخر اقامت میں صفیں درست کا اہتمام فرماتے تھے جب صفیں درست ہوجاتیں،تو پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے یہ بات متعدد احادیث میں موجود ہے لہٰذا اتباع سنت کا تقاضہ یہی ہے کہ اقامت بیٹھ کر ہی سنی جائے اور امام ومقتدی [حی علی الصلوۃ] پر یکبارگی کھڑے ہونا شروع کردیں اور [قدقامت الصلوۃ] پر مکمل کھڑے ہوجائیں اگر صفیں درست نہ ہوں تو اس وقت صفیں بھی درست کرلی جائیں تاکہ صفیں درست کرنے کی اہم سنت بھی سنت نبوی ،سنت خلفاء راشدین صحابہ کرام کے عمل کے مطابق انجام پائے اور جب صفیں درست ہوجائیں تو امام اللہ اکبر کہہ کر نماز کا آغاز کردے تاکہ سب کام سنت کے مطابق پورے ہوجائیں

فقہاء نے چونکہ اقامت کھڑے ہوکر سننے کو مکروہ کہا ہے جیسا کہ نبیﷺ اور صحابہ کرام سے پہلے کھڑے ہوکر اقامت سننا منع فرمانا ثابت ہے لہٰذا یہ کم از کم خلاف سنت ضرور ہے لہٰذا مستحب پر عمل کرکے اور اتباع سنت اپنا کر ثواب حاصل کریں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے [آمین] ۹ رجب بمطابق ۱۴۳۴ ہجری ۲۰ مئی ۲۰۱۳ء

اقرباء کے ساتھ اچھا برتاؤ

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم اور صاحب قرآن کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی تعلیمات میں والدین کے بعد "اقرباء" یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ رشتہ داروں میں اولیت گھر والوں یعنی بیوی بچوں کو حاصل ہے کہ جس طرح ایک شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے ماں باپ پر اپنے بچوں کو فوقیت دے اسی طرح اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ اپنے اہل وعیل پر اپنے بھائی، بہن یا ان کی اولاد یا دوسرے عزیزوں کو فوقیت دے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی دولت بیوی بچوں سے زیادہ دیگر اعزاء پر صرف کرتا ہے یا اپنی فرصت کے اوقات اپنے گھر والوں کی بجائے اپنے خاندان کے گھروں میں گزارتا ہے تو یہ اہل وعیال کی حق تلفی کرتا ہے، جو جائز نہیں۔ اسی طرح کوئی شخص بیوی اور بچوں کی ضروریات، بھائی بہنوں کی اجازت کے بعد پوری کرتا ہے تو یہ بھی حق تلفی ہے۔ بہر حال والدین کے بعد ہر شخص پر اس کے اہل وعیال کا حق ہے، پھر دوسرے اعزاء واقارب کا۔

آیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھئے کہ اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ فصلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ہمیں عزیزوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا کس طرح حکم فرماتے ہیں:

صلہ رحمی:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رشتہ داروں کے لئے "ارحام" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً

ترجمہ: اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) طلب کرتے ہو اور (ڈرو) رحموں (کے معاملات) سے بے شک اللہ تم پر ہر وقت نگران ہے۔ (پ۴، النساء ۱)

"ارحام" رحم کی جمع ہے جس میں پیدائش سے قبل بچہ ماں کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے۔ چونکہ اسی جگہ سے انسان کے تمام تعلقات اور قرابت داری شروع ہوتی ہے لہٰذا ان تعلقات اور قرابت داری کو باقی رکھنے اور ملانے کو "صلہ رحمی" کہا جاتا ہے اور ان کے منقطع اور ختم کردینے کو "قطع رحمی" کہا جاتا ہے۔ قطع رحمی، مبغوض، اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے کہ اس سے پورا معاشرہ انتشار وافتراق کا شکار ہوجاتا ہے۔ جبکہ صلہ رحمی، محبوب اور پسندیدہ ہے کہ یہ معاشرے میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ آیت مبارکہ میں معاملات ارحام میں اللہ سے ڈرتے رہنے کا مفہوم یہی ہے کہ کسی رشتہ دار کی تم سے حق تلفی نہ ہونے پائے اور ان سے تعلقات منقطع نہ ہونے پائیں کہ قطع رحمی کا انجام

نہایت ہی بھیانک ہوتا ہے۔ سنو:

والذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه و یقطعون ما امر الله به ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک لهم اللعنة ولهم سوء الدار ٥

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اسے پختہ کرنے کے بعد اور کاٹتے ہیں، ان رشتوں کو جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں جوڑا جائے اور (فتنہ و) فساد برپا کرتے ہیں زمین میں، یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے۔ (پ۱۳، الرعد ۲۵)

فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم ٥ اولئک الذین لعنهم الله فاصمهم و اعمیٰ ابصارهم ٥

ترجمہ: پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور قطع کردو گے اپنی قرابتوں کو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پھر (حق سننے سے) انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ (پ۲۶، محمد ۲۲، ۲۳)

دونوں آیتوں میں ایک ہی جرم کی سزا بیان کی جارہی ہے، جرم ہے "قطع رحمی" سزا ہے "لعنت"۔ جو لوگ رشتے داروں کے حق تلف کرتے ہیں، ان سے تعلقات منقطع کر لیتے ہیں، ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت برستی رہتی ہے۔ یعنی ان کی زندگی کا کوئی شعبہ پرسکون نہیں رہتا۔ بہت بھیانک سزا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قطع رحمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک معمولی جرم نہیں بہت بڑا جرم ہے۔ کیونکہ اگرچہ انسان کسی نہ کسی طرح دوسرے انسان سے تعلق رکھتا ہے مثلاً کسی سے تعلق ملازمت یا تجارت کے ذریعے ہوتا ہے، کسی سے تعلق کا سبب سفر بن جاتا ہے، کسی سے تعلق کی بنیاد ایک ہی سکول یا کالج میں تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے۔ یہ تمام تعلقات انسان خود ہی پیدا کرتا ہے لیکن رحمی رشتے اللہ تعالیٰ کے قائم کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی باندھی ہوئی گرہ کو کھول دینے والا، اس کے جوڑے ہوئے رشتے کو توڑ دینے والا بڑا ہی مجرم ہے۔ اس پر لعنت ہی ہونا چاہئے وہ اسی سزا کا مستحق ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار صلہ رحمی، رحمی رشتوں کو جوڑنے اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔

قرآن اور صلہ رحمی

بنی اسرائیل سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا جو عہد لیا گیا، اس میں تیسرے نمبر پر "ذوی القربیٰ" رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر کیا گیا ہے۔

واذ اخذنا میثاق بنی اسراء یل لا تعبدون الا الله و بالوالدین احسانا و ذی القربیٰ

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے پختہ وعدہ لیا بنی اسرائیل سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین سے اچھا برتاؤ کرنا نیز رشتہ داروں سے۔ (پ۱، البقرہ ۸۳)

قرآن کریم اہم نیکیوں کی ایک فہرست دیتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں دولت خرچ کرنا بھی شامل ہے، یہ دولت جن لوگوں پر

خرچ کرنے کو نیکی قرار دیا گیا ان میں سب سے پہلے "ذوی القربیٰ" ہیں۔

واٰتی المال علیٰ حبه ذوی القربیٰ

ترجمہ: اور دے اپنا مال اللہ کی محبت سے رشتہ داروں کو (پ۲، البقرہ ۱۷۷)

ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بعد "ذوی القربیٰ" کے ساتھ اچھا برتاؤ کا حکم دیا گیا

واعبدو الله ولا تشر کو ابه شیئاً و بالوالدین احساناً و بذی القربیٰ

ترجمہ: اور عبادت کرو اللہ کی اور نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی اور کو والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو نیز رشتہ داروں سے۔ (پ۵، النساء ۳۶)

قرآن کریم مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ بیان کرتے ہوئے اللہ، رسول (جل مجدہ فصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے بعد ہی رسول کے رشتہ داروں اور پھر یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو اس کا حق دار قرار دیتا ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه و للرسول ولذی القربیٰ والیتمٰی والمسٰکین وابن السبیل.

ترجمہ: اور جان لو کہ جو چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے اور رسول کے لئے، رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔ (پ۱۰، انفال، ۴۱)

عدل واحسان کا حکم دیتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ان الله یامر بالعدل والاحسان و ایتای ذی القربیٰ

ترجمہ: بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرو اور اچھا برتاؤ کرو رشتہ داروں کے ساتھ۔ (پ۱۴، النحل، ۹۰)

حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتے ہوئے مسکینوں اور مسافروں سے پہلے ذوی القربیٰ کا ذکر فرمایا۔

وات ذاالقربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیراً

ترجمہ: اور دیا کرو رشتہ داروں کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو بھی اور فضول خرچ نہ کیا کرو۔ (پ۱۵، بنی اسرائیل ۲۶)

حکم دیا جا رہا ہے کہ کسی سے ناراضگی کی بنا پر یا اس وجہ سے کہ اس نے تمہاری کوئی حق تلفی کی ہے تم اپنے تعاون کا ہاتھ نہ کھینچو اور اسکی امداد بند نہ کرو، اس موقع پر بھی پہلے رشتہ داروں کا ذکر موجود ہے۔

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یو توا اولی القربیٰ والمسٰکین والمهٰجرین فی سبیل الله ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم و الله غفور رحیم

ترجمہ: اور نہ قسم کھائیں جو برگزیدہ ہیں تم میں سے اور خوش حال ہیں اس بات پر کہ وہ نہ دیں گے رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو اور چاہئے کہ (یہ لوگ) معاف کردیں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (پ۱۸، النور، ۲۲)

اچھا برتاؤ کرنے والے خصوصاً مالی تعاون کرنے والے کو بجا طور پر یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ جس کی مدد کر رہا ہے وہ وقت آنے پر اس کی حمایت کرے گا اور کسی بھی طرح اس کی حق تلفی نہیں کرے گا۔ لیکن جب ایسا نہیں ہوتا تو امداد کرنے والا بددل ہو کر اپنی مدد بند کر دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ کی اعانت فرماتے تھے۔ جب منافقین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان لگایا تو اس غلط الزام کو پھیلانے میں مسطح بھی شامل ہو گئے۔ حالانکہ انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس موقع پر ہمدردی کا اور محبت کا اظہار کرنا چاہئے تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اس حرکت سے بددل ہوئے اور ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے قرآنی اعلان کے بعد آپ نے قسم کھائی کہ اب وہ مسطح کی کوئی مدد نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں برگزیدہ اور خوش حال فرماتے ہوئے حکم دیا کہ تمہارے لئے ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ اگر معمولی رنجش کے بدلے کسی غریب رشتہ دار کی امداد ہی بند کردو۔ تمہاری بڑائی اسی میں ہے کہ تم اسے معاف کردو اس کی حرکت سے درگزر کرو اور اس کی امداد جاری رکھو۔ یہی حکم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے قیامت تک آنے والے مومنین کے لئے ہے۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ کسی کی اعانت میں خلوص وللہیت ہونی چاہئے، نہ کہ اپنی ذاتی خوشی اور بدلے کی توقع، اجر ثواب عطا فرمانے والا تو اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے:

فاٰت ذا القربیٰ حقه و المسکین و ابن السبیل ذٰلک خیر للذین یریدون وجه الله و اولٰئک هم المفلحون

ترجمہ: پس رشتہ دار کو اس کا حق دو نیز مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو رضائے الٰہی کے طلبگار ہوں اور وہی لوگ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوں گے۔ (پ۲۱، للروم، ۳۸)

یہاں بھی سب سے پہلے رشتہ داروں کا ذکر ہے نیز یہ وضاحت ہے کہ یہ عمل صالح انہی لوگوں کے لئے ذریعہ خیر و برکت اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا سبب ہوتا ہے جو رضائے الٰہی کے طلبگار ہوتے ہیں۔ نہ کسی بدلے کی خواہش رکھتے ہیں نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ ہی ریا اور دکھاوا کرتے ہیں۔ پس اگر کوئی رشتہ دار تمہارے تعاون کا بدلہ نہ بھی دے تب بھی تم اس کی مدد کرتے رہو۔ اور درج ذیل آیہ مبارکہ میں تو رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اپنی انتہا کو پہنچتی ہے، ملاحظہ ہو:

قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ

ترجمہ: (اے محبوب علیہ السلام) آپ فرمایئے میں نہیں مانگتا اس (دعوت حق) پر کوئی معاوضہ سوائے رشتہ داروں کی محبت کے۔

(پ۲۵، الشوریٰ ۲۳)

حضور علیہ السلام نے اشاعت اسلام میں جو تکالیف برداشت کیں، جو مصیبتیں جھیلیں،، وہ عام ہیں ہر مسلمان جانتا ہے۔ لیکن کبھی کسی تکلیف سے تنگ آ کر نہ آپ نے کسی کے لئے بددعا کی اور نہ ہی کسی سے انتقام لیا۔ کفار اپنے مظالم کے باوجود نبی مکرم علیہ السلام کے حلم اور بردباری کی کیفیت دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ نہ جانے یہ ہم سے کیا لینا چاہتے ہیں جو ہماری سختیوں کے باوجود بھی ہمارے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں اور اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ بتا دیجئے کہ میں اپنی تمام مساعی اور کاوشوں کے بدلے کیا چاہتا ہوں تا کہ ان کی تشویش اور بدگمانیاں ختم ہو جائیں۔ سنو! میں تم سے نہ دولت کا خواہاں ہوں نہ بادشاہت کا اور حکومت و سلطنت کا، میں جو چاہتا ہوں اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے۔ دیکھو تمہارا باہمی جنگ وجدل ایک دوسرے کو قتل کرنا، انسان کی بے حرمتی، ذاتی اغراض کے لئے دوسروں کی حق تلفی کرنا، اللہ تعالیٰ کی زمین پر فتنہ و فساد اور بدامنی پھیلانا، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنا، ان کی جان و مال اور ان کی عزت و آبرو کے لئے طرح طرح کے خطرات پیدا کرنا، ان کی راہوں پر بدیوں اور برائیوں کے کانٹے بچھانا مجھ پر بہت شاق ہے کہ تمہارے یہ اطوار دنیا میں تمہاری ذلت و خواری کا سبب ہیں اور آخرت میں انہی کی وجہ سے تم جہنم کا ایندھن بنو گے۔ میری مشقتوں کا منشاء و مقصد صرف تمہیں دنیا میں باعزت انسان بنانا اور آخرت میں جہنم کی آگ سے آزاد کرانا ہے۔ جس کے لئے میں تم سے صرف اور صرف " **مودۃ فی القربیٰ** "یعنی رشتہ داروں سے محبت چاہتا ہوں کہ ہر خاندان اور قبیلے کے لوگ آپس میں محبت کرنے لگیں۔ جب وہ قرابت کی بنیاد پر محبت والفت کے عادی ہو جائیں گے تو پھر پوری انسانیت محبت کی مہک سے معطر ہو جائے گی۔ اور زمین سے خود بخود فتنہ و فساد مٹ جائے گا۔ نہ کوئی کسی پر ظلم کرے گا نہ کوئی کسی کی حق تلفی کرے گا۔ درندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ہر طرف رحم و محبت کے حسین مناظر نظر آنے لگیں گے۔ گویا "**مودۃ فی القربیٰ**" ہی پوری انسانیت کو مودۃ و محبت کے زیور سے آراستہ کرنے کا ذریعہ ہے۔ جس کو نبی کریم علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق اپنے بیشمار احسانات کا اجر و بدلہ قرار دیا۔

قرآن کریم کے ارشادات سے واضح ہو گیا کہ اقرباء کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا نہایت اہم ہے اسی سے پورا معاشرہ پر امن اور پر سکون ہوتا ہے۔ نیز یہ رشتہ داروں پر احسان نہیں بلکہ ان کا حق ہے کہ خوشحال لوگ اپنے اقارب کی بدحالی دور کرنے میں ان کی مدد کریں۔ صرف اس صورت میں نہیں کہ دولت زیادہ ہو تو دور کر دی جائے۔ بلکہ حسن سلوک کا کمال یہ ہے کہ اپنی ضروریات کو کم کر کے اعزاء کی امداد کی جائے اور اس عمل کا مقصد نہ کوئی لالچ ہو نہ بدلہ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ قرآنی آیات کے بعد آیئے دیکھیں صاحب قرآن علیہ السلام اس عنوان کی کس طرح مزید وضاحت فرماتے ہیں۔

احادیث اور صلہ رحمی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

من احب ان یبسط له فی رزقه وینساله فی اثره فلیصل رحمه

ترجمہ: جو چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری شریف)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اعزاء و اقارب سے ملنے جلنے میں خرچہ ہوتا ہے اور وقت ضائع ہوتا ہے کہ کبھی کوئی کسی کے گھر آتا ہے کبھی کسی کے گھر جانا پڑتا ہے۔ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس خیال کو مسترد فرما رہے ہیں اور اسکے برعکس یہ فرما رہے ہیں کہ صلی رحمی رزق میں برکت اور عمر کی زیادتی کا ذریعہ بنتی ہے مذہبا تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ایسے گھروں میں برکت نازل فرماتا ہے جن میں اعزاء و اقرباء کی آمد و رفت رہتی ہے اور عقلا اس طرح کہ آمد و رفت کی رونق سے انسان کے بہت سے غم اور تفکرات ختم ہو جاتے ہیں وہ پر سکون ہو کر اپنی روزی کماتا ہے اور اس کی دولت بڑھتی رہتی ہے۔ نیز اس کی صحت اچھی ہوتی ہے۔ خاندانی جھگڑوں کی الجھن سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان سے اسے نجات رہتی ہے اور اس کی عمر بڑھتی ہے۔ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ جو لوگ اپنے خاندان میں مل جل کر محبت و الفت کے ساتھ رہتے ہیں ان کو مالی اسودگی بھی حاصل ہوتی ہے اور جسمانی طور پر بھی وہ چاک و چوبند نظر آتے ہیں۔ بہر حال خیال کہیں سے بھی آیا ہو غلط ہے اور مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان حق اور قابل عمل ہے۔ آپ نے ہمیں فراخی رزق اور زیادتی عمر کے لئے ایک بہترین نسخہ عطا فرمایا جو حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ آپ فرماتے ہیں

لا یرد القدر الا الدعاء و لا یزید فی العمر الا البر و ان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ

ترجمہ: مقدر کو صرف دعا ہی بدل سکتی ہے، عمر کو صرف نیکی ہی بڑھا سکتی ہے اور آدمی اپنے گناہوں کے سبب رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

ہر نیکی عمر میں زیادتی کا سبب بنتی ہے وہ عبادت کی سورت میں ہو یا حقوق العباد کی ادائیگی کی سورت میں والدین کے ساتھ اور پھر اقرباء کے ساتھ اچھا برتاؤ، حقوق العباد کی ادائیگی کی بہترین سورت ہے۔ اور بڑی نیکی ہے۔ لہٰذا اس سے عمر میں ضرور زیادتی ہوتی ہے اور ہر گناہ بے برکتی اور رزق میں کمی کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں زنا اور دیگر گناہوں کے متعلق بھی ہے کہ ان سے روزی میں کمی ہوتی ہے۔ قطع رحمی، والدین یا اقرباء سے بدسلوکی اور تعلقات منقطع کر لینا گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا جو لوگ اسکے مرتکب ہوتے ہیں انہیں باوجود محنت و مشقت کے خوشحالی میسر نہیں آپاتی، نہ ہی انہیں زندگی کے کسی شعبہ میں راحت و سکون نصیب ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

الرحم شجنۃ من الرحمٰن فقال اللہ تعالیٰ من فصلک و صلتہ و من قطعک قطعتہ

ترجمہ: رحم، رحمان سے مشتق ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے تجھے جوڑا میں نے اسے جوڑا اور جس نے تجھے توڑا میں نے اسے توڑا۔ (مسلم شریف)

رحمان اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے اور رحم ماں کی بچہ دانی کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان سب سے پہلے رحمان

کی نوازشات اور انعامات سے نوازا جاتا ہے اور انسان پر خالق رحیم وکریم کا خصوصی کرم ہوتا ہے اور تمام خونی قرابتیں یہیں سے جوڑی جاتی ہیں۔ پس رحمان ان رشتہ داریں کی بقا یعنی وصل رحم کو پسند فرماتا ہے اور اس کا فیصلہ ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا میرا رحم اس پر جاری رہے گا اور جو قطع رحمی کا مرتکب ہوگا، میرا رحم بھی اس سے منقطع ہو جائے گا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت ہے جس سے اس حدیث شریف کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا

الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلنی وصله الله ومن قطعنی قطعه الله

ترجمہ: رحم عرش کے ساتھ لٹکا ہوا کہتا ہے، جو مجھے ملائے اسے اللہ ملائے اور جو مجھے توڑے اسے اللہ توڑے۔ (مسلم شریف)

یعنی عرش الٰہی سے رحم، فیصلہ رحمان کا اعلام کرتا ہے کہ میرے جوڑے ہوئے رشتوں کو جس نے جوڑا، اللہ اسے جوڑے گا کہ اس پر اللہ کا خصوصی کرم جاری رہے گا اور جس نے میرے جوڑے ہوئے رشتوں کو منقطع کر دیا وہ اللہ کی رحمتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

لا تنزل الرحمة علیٰ قوم فیهم قاطع رحم

ترجمہ: اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جسمیں قطع رحمی کرنے والا ہو۔ (بیہقی)

اللہ اکبر، غور فرمائیے کس قدر تاکید ہے صلہ رحمی کی کہ ایک قاطع رحم کے سبب پوری قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے۔ گناہ کی نحوست بہت ہی بری ہوتی ہے کبھی گھر کے ایک فرد کے سبب پورا گھر تباہ ہو جاتا ہے اور کبھی قوم کے ایک فرد کے گناہ پوری قوم کو متاثر کرتے ہیں قطع رحم وہ گناہ ہے جس کا پوری قوم پر اثر ہوتا ہے۔

عزیزو! آج ہم انفرادی اور اجتماعی ہر اعتبار سے طرح طرح کی پریشانیوں اور تکالیف کا شکار ہیں جن کا سبب کبھی ہم حکومت کی پالیسیوں کو قرار دیتے ہیں اور کبھی اپنی غلط تدبیروں کو یا کبھی اس کا ذمہ دار اپنے مقدر کو ٹھہرا دیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی ہماری الجھنوں کا ذمہ دار نہیں اصل سبب پر ہم غور نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور وہ ہمارے برے اعمال ہیں۔ یہاں قطع رحم کے باعث پوری قوم اللہ تعالیٰ کے کرم سے محروم ہو جاتی ہے۔ یہاں تو ایک کی بات ہے جب کہ آج ہم شاید اکثریت اس جرم میں مبتلا ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جو اپنے بھائی، بہنوں وغیرہ کے پوری طرح حقوق ادا کرتے ہیں اور اس رحم کو جوڑتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے جوڑا اور جس کے جوڑنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ مزید غور فرمائیے کہ قطع رحمی کس قدر محرومی کا باعث بنتی ہے:

لا یدخل الجنة قاطع

''حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہیں ہوگا۔ (مسلم شریف) یعنی قطع رحمی کا مجرم صرف دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں ہوتا بلکہ اس کی آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے

اس جرم کی سزا بھگتے بغیر جنت میں نہ جا سکے گا۔ کوئی کتنا ہی متقی ہو، اگر اس کا دامن قطع رحمی سے داغدار ہے تو اس کے دیگر اعمال خیر، اس جرم کی سزا سے اسے نہیں بچا سکیں گے۔

صلہ رحمی کی ایک صورت تو بدلہ ہے یعنی کوئی رشتہ دار ہم سے ملتا ہے تو ہم بھی اس سے مل لیتے ہیں۔ بہن، بھائی، بہنوئی ہمارے گھر آتے ہیں تو بطور بدلہ ہم بھی ان کے گھر جاتے ہیں۔ اگر عرصہ دراز تک نہ آئیں تو ہمیں ان کی خیریت تک معلوم کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ یہی صورت ہمارے دور میں عام طور پر رائج ہے۔ کسی نے ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو ہم نے بھی اس کا بدلہ اتار دیا۔ اس سورت میں نہ تو آپ اپنے آپ کو خوش اخلاق اور اچھا برتاؤ کرنے والا کہہ سکتے ہیں نہ ہی کوئی خوبی کہلائی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس پر اجر و ثواب اور رحمت و برکت کی امید کی جا سکتی ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صلہ رحمی کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے۔ اس کے حقدار تو آپ اس وقت ہو سکتے ہیں جب صلہ رحمی کی پہل آپ کی طرف سے ہو۔ حتیٰ کہ کوئی آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ بھی کرے یا آپ کے میل جول کے باوجود بھی وہ آپ سے میل جول نہ رکھے، پھر بھی آپ اپنا رویہ نہ بدلیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے مطابق نبی مکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لیس الواصل بالمکافی ء ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه و صلها.

ترجمہ: بدلا چکانے والا، صلہ رحمی کرنے والا نہیں بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔

(بخاری شریف)

واضح ارشاد ہے بدلے میں یا بدلے کی امید پر صلہ رحمی کرنا کوئی کمال نہیں، کمال تو یہ ہے کہ جو تم سے نہیں ملتا، تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی رضا اور ان کے حکم کی تعمیل کے لئے اس سے ملو اور رشتہ جوڑو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! میرے کچھ ایسے رشتہ دار ہیں کہ ان سے رشتہ جوڑتا ہو تو وہ توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حلم و بردباری کا سلوک کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ جاہلوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں (میں کیا کروں) پس آپ نے فرمایا:

لئن کنت کما قلت فکا نما تسفهم المل ولا یزال معل من الله ظهیراً علیهم ما دمت علیٰ ذالک

ترجمہ: اگر یہی بات ہے جو تم نے بیان کی تو تم ان کا منہ راکھ سے بھرتے ہو، جب تم ایسا کرتے رہو گے اللہ تمہاری مدد فرماتا رہے گا۔

(مسلم شریف)

منشائے ارشاد یہ ہے کہ اگر کوئی نیکی کا بدلہ نیکی سے نہیں دیتا تو پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ نیکی تو تو اللہ کی رضا کے لئے کی جاتی ہے اور وہ بدلہ دینے والا ہے پس تم کسی کی بدعملی کی وجہ سے اپنا نیک عمل چھوڑ کر اجر سے کیوں محروم ہوتے ہو تم اپنی نیکی جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کے حال کو دیکھتا اور جانتا ہے وہ تمہارا پروردگار رہے گا۔

مسائل دینیہ

......﴿محقق دوراں حضرت علامہ مفتی ابوابراہیم نصر اللہ مدنی آسوی﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صرف مسلمان:

السلام علیکم حافظ صاحب میرے ساتھ ایک آدمی کام کرتا ہے وہ کہتا ہے نہ میں وہابی اہل حدیث ہوں، نہ وہابی دیوبندی اور نہ سنی ہوں میں صرف مسلمان ہوں میں فرقہ واریت پر یقین نہیں رکھتا بس قرآن پر عمل کرتا ہوں اس قسم کے خیالات والے آدمی کے لئے کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمادیں۔ شہزاد شاہدرہ لاہور

جواب: اللہ تعالی اس آدمی کو ہدایت عطا فرمائے اگر لاعلمی میں ایسا کہہ رہا ہے تو میں اسے سمجھا دیتا ہوں اور اگر جان بوجھ کر کہتا ہے کہ میں اہل سنت نہیں تو گویا وہ اپنے اسلام کا انکار اور کفر کا اقرار کر رہا ہے اور جہنمی ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔ اس پر توبہ کرنا لازم وضروری ہے کیونکہ اہل سنت مسلمانوں کا ہی دوسرا نام ہے کوئی الگ فرقہ نہیں ہے اور اہل سنت نام آج نہیں رکھا گیا بلکہ چودہ سو سال پرانا ہے وہابیوں کا نام انگریزوں نے ان کی درخواست پر ۲۱ ستمبر ۱۸۸۶ کو اہل حدیث رکھا اور وہابی کہنے سے منع کیا۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۶ جون ۱۹۰۸ء) یعنی اہل حدیث فرقہ انگریزوں کی آمد کے بعد ۱۸۸۶ء میں بنا۔ انگریز کی آمد سے قبل برصغیر پاک وہند میں اس کا وجود نہیں تھا اسی طرح دیوبندی اور مرزائی بھی انگریز کی آمد کے بعد پیدا ہوئے، مدرسہ دیوبند کے قیام کا فیصلہ ۳ مئی ۱۸۶۶ء کو ہوا ٹھیک چودہ سال بعد تعمیری منصوبہ مکمل ہوا اور ۱۸۸۰ء میں باقاعدہ اس مدرسہ کا تعلیمی آغاز ہوا۔ (منزل کی تلاش ص ۱۱۰) وہابی مذہب کا سن پیدائش 1886ء اور دیوبندی مذہب کا سن پیدائش 1880ء لیکن اہل سنت وجماعت کی ابتداء رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس سے ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ☆ وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ

ترجمہ: اس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے، سو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ سو اب تم عذاب (کا مزہ) چکھو اپنے کفر کا بدلہ اور جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں

ہمیشہ رہیں گے۔ (سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۶) پارہ ۴ رکوع ۲)

روز قیامت جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے یعنی وہ جنتی ہوں گے یہ کون لوگ ہوں گے؟ یہ اہل سنت و جماعت ہوں گے۔ ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تفسیر ان الفاظ سے بیان کی ﴿ تَبْیَضُّ وُجُوْہُ اھلِ السنۃِ والجماعۃِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہ اھلِ البدع والضلالۃ ﴾ اہل سنت و جماعت کے چہرے منور ہوں گے اور بدعتی اور گمراہوں کے چہروں پر مردنی چھائی ہوگی اور یہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً بھی بیان فرمائی یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روشن اور نورانی چہرے والے اہل سنت ہوں گے۔ (۱) تفسیر درمنثور، (۲) تفسیر مظہری، (۳) تفسیر قرطبی، (۴) تفسیر ابن کثیر، (۵) تفسیر خازن، (۶) تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۳۷۹،

وہابیوں کی کتابوں کے حوالے (۷) قاضی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر جلد ۱ ص ۳۷۱، (۸) عبدالغفور اثری کی کتاب "اصلی اہل سنت"، ص ۶۱، ۶۲، (۹) محمد یحیٰ گوندوی نجدی "مقدمہ دین الباطل جلد ۲ ص ۳۰ (۱۰) ترجمہ محمد جوناگڑھی نجدی حاشیہ پر محمد صلاح الدین یوسف ص ۱۶۵ (یہ ترجمہ سعودی حکومت کی طرف سے مفت تقسیم کیا جا رہا ہے) (۱۱) سرفراز گکھڑوی "اہل سنت کی پہچان"، ص ۳)

گیارھویں شریف کی نسبت سے ان گیارہ حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ قیامت کے ہولناک اور لرزا دینے والے مناظر میں جو گروہ رحمت خداوندی کے زیر سایہ اور انوار ربانی سے منور اور روشن چہرے والا ہوگا وہ صرف اہل سنت و جماعت ہی ہوگا اور یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچی کہ اہل سنت و جماعت کے علاوہ بقیہ تمام فرقے اور گروہ بدعتی اور گمراہ ہیں صرف اہل سنت نجات حاصل کرنے والی جماعت ہے۔ اب جو کہے کہ میں اہل سنت نہیں تو گویا وہ اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔

سنی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

رسول اللہ ﷺ کی تفسیر کے مطابق جنتی گروہ اہل سنت ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ﴿یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ﴿ تَبْیَضُّ وُجُوْہ اھل السنۃ وتَسْوَدُّ وُجُوْہ اھل البدع﴾ قیامت کے روز اہل سنت کے چہرے روشن اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (۱) تفسیر درمنثور، (۲) تفسیر مظہری، (۳) تفسیر قرطبی)

رسول اللہ ﷺ نے سنی بننے کا حکم دیا: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّہٗ مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِی فَسَیَرَی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ﴾ جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ (امت میں) بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا لہٰذا تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنتوں کو لازم پکڑنا۔

(ابوداود حدیث نمبر ۴۶۰۷، ترمذی ابن ماجہ مشکوۃ حدیث ۱۶۵ کتاب الایمان)

سنیوں کو جنت میں نبی کریم ﷺ کی رفاقت نصیب ہو گی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ اَحْیَا سُنَّتِی فَقَدْ اَحَبَّنِی وَمَنْ اَحَبَّنِی کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ﴾ جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے پیار کیا اور جس نے مجھ سے پیار کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ (ترمذی ۲۶۷۸ مشکوۃ حدیث ۱۷۵)

سنت پر عمل کرنے والے کو کیا کہتے ہیں؟ اہل سنت تو گویا نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں اگر جنت میں میری رفاقت چاہتے ہو تو سنی رہنا۔

میں ہوں سنی، رہوں سنی، مروں سنی مدینے میں بقیع پاک میں بن جائے تربت یا رسول اللہ ﷺ

اہل سنت گمراہ نہیں ہو سکتے: حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ نَبِیِّہٖ﴾

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک انہیں تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ ان میں ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری اس کے رسول کی سنت ہے۔ (موطا امام مالک، مشکوۃ حدیث ۱۸۶) اب جو کہے کہ میں اہل سنت نہیں تو گویا وہ اپنے گمراہ ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔

اہل سنت کو دیکھنا عبادت ہے: مفسر قرآن علامہ قرطبی اپنی مایہ ناز تفسیر میں ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے لکھتے ہیں ﴿اَلنَّظْرُ اِلَی الرَّجُلِ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ یَدْعُوا اِلَی السُّنَّۃِ وَیَنْھٰی عن البدعۃ عبادۃٌ﴾ اہل سنت کے آدمی کو دیکھنا عبادت ہے (کیونکہ) وہ سنت پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور بدعت سے بچاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۴ جزء ۷ ص ۱۴۱)

امام ربانی مجدد الف ثانی کا فرمان عالی شان:

﴿طریقۃُ النجاۃِ مَتَابَعَۃُ اھلِ السنۃِ والجماعۃ فی الاقوال والافعال وفی الاصول والفروع فانھم الفرقۃ الناجیۃ وماسواھم من الفرق فھم فی معرض الزوال وشرف الھلاک علمہ الیوم احداو لم یعلم اما فی الغد فیعلمہ کل احد ولا ینفع﴾

نجات کا راستہ اقوال وافعال اور اصول وفروع میں اہل سنت وجماعت کی پیروی میں ہے کیونکہ یہی نجات پانے والا گروہ ہے اور اس کے علاوہ تمام فرقے مقام زوال اور ہلاکت کے دھانے پر کھڑے ہیں، آج کوئی اس بات کو جانے یا نہ جانے کل (روز قیامت) ہر کوئی اس سے آگاہ ہو جائے گا لیکن کل کا جاننا فائدہ نہ دے گا۔ (دفتر اول مکتوب ۶۹) امام ربانی مجدد الف ثانی وہ شخصیت ہیں جس کو تمام مکاتب فکر امام تسلیم کرتے ہیں

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں گر مان گیا

بدعتی کون ہے، جو سنیوں کی مخالفت کرے: شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی بدعتی کی پہچان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿المبتدع من اعتقد شیئا مما یخالف اھل السنۃ والجماعۃ﴾

بدعتی (بدمذہب) وہ آدمی ہے جس نے اس چیز کو اپنایا جو اہل سنت وجماعت کے مخالف ہے۔

س دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ناجی گروہ اہل سنت و جماعت ہے لیکن اہل سنت کی صحیح پہچان کیا ہے آج ہر کوئی اپنے آپ کو اہل سنت لکھ رہا ہے کیا صرف نام رکھنے سے آدمی سنی بن جاتا ہے یا اس کی کچھ شرائط اور علامات ہیں؟

ج صرف نام رکھنے سے کوئی آدمی سنی نہیں بن سکتا جب تک اس کے اعتقادات صحابہ کرام کے موافق نہ ہوں۔ کیونکہ وہ حق و باطل کا معیار ہیں جن کا عقیدہ ان سے ثابت نہ ہوسکے وہ گمراہ اور بدعتی ہوگا اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا (اے صحابہ) تم لائے جب تو وہ ہدایت پاگئے۔ (سورہ بقرہ آیت: ۱۳۷۔) معلوم ہوا کہ مومن وہ ہے جس کا ایمان صحابہ کرام کی طرح ہو وہ حضرات ایمان کی کسوٹی ہیں۔

اب جو فرقے اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں دیوبندی اور غیر مقلد وہ اہل سنت کے عقائد کو شرک کہتے ہیں، وہ بتائیں کہ کس صحابی نے ,, المدد یا رسول اللہ،، کہنے کو شرک یا حرام کہا اور کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ کی حیات علم غیب، حاضر و ناظر ہونے کا اور وصال کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا مانگنے سے انکار کیا یا اسے شرک کہا کسی نے بھی نہیں بلکہ صحابہ یہ نعرہ رسالت بھی لگاتے رہے اور آپ کے وسیلہ سے دعا بھی مانگتے رہے تو صحابہ کرام کے عقیدہ کو شرک کہنے والا ہرگز سنی نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی اتنی تعظیم کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے وضو کا پانی بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے بلکہ اپنے مونہوں پر مل لیتے تھے (بخاری کتاب الشروط) آپ ﷺ کے بال مبارک بطور تبرک اپنی ٹوپی میں رکھتے تھے یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کو شرک کہتے ہیں ان کا صحابہ سے کیا تعلق۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

تمام صحابہ کرام سنی تھے: امام ابن شہاب زہری اسی بات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَنَّ النَاسَ کا نوا فی حیاۃ رسول اللہ ﷺ اھل السنۃ

بیشک رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی موجود لوگ اہل سنت تھے

(منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۰) یہ حدیث غیر مقلد صادق سیالکوٹی نے بھی اپنی کتاب ,, سبیل الرسول،، کے صفحہ نمبر ۱۴۱) پر نقل کی ہے۔

اس سے پتہ چلا نبی کریم کہ ظاہری زمانہ اقدس میں جو جماعت تھی وہ نہ اہل حدیث تھی اور نہ دیوبندی وہ صرف اہل سنت تھی

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کی گواہی: ﴿ اھل السنۃ والجماعۃ مذھب قدیم معروف قبل ان یخلق اللہ اباحنیفۃ و مالکا والشافعی واحمد فانہ مذھب الصحابۃ الذین تلقوہ عن نبیھم ومن خالف ذلک کان مبتدعا عند اھل السنۃ والجماعۃ ﴾

اہل سنت والجماعت قدیم و معروف مذہب ہے یہ مسلک امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے اور یہ مذہب صحابہ کرام کا مذہب ہے انہوں نے یہ مذہب اپنے نبی کریم ﷺ سے حاصل کیا تھا جو شخص اسکے خلاف چلے گا وہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک بدعتی قرار پائے گا۔ (منہاج السنۃ جلد اول ص ۲۵۴) معلوم ہوا کہ جو کہے کہ میں سنی نہیں تو وہ اپنے بدمذہب ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔

ناجی جماعت اہل سنت ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿وانَّ بَنِی اِسْرَائِیلَ تفرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتفتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلاثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً قَالُوا وَمَنْ ھِیَ یارسُولَ الله قَالَ : مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی﴾

یقیناً بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی سوائے ایک ملت کے باقی سب دوزخی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جنتی جماعت کونسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگی۔ (ترمذی حدیث ۲۶۴۱ مشکوۃ ۱۷۱)

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی سے مراد اہل سنت ہیں: عبدالغفور اثری وہابی سیالکوٹی لکھتا ہے۔ امام محمد بن غزالی فرماتے ہیں:-

الفرقۃ الناجیۃ ھم الصحابۃ فانہ علیہ السلام ما قال الناجی منھا واحدۃ قالو یارسول اللہ ومن ھم قال اھلُ السنۃ والجماعۃ فقیل وما اھل السنۃ والجماعۃ قال مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی ﴾ نجات پانے والا گروہ صحابہ کرام ہیں کیوں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نجات پانے والا گروہ ایک ہے تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ اہل سنت وجماعت ہیں کہا گیا اہل سنت وجماعت کون ہیں؟ تو فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہیں۔

(''اصلی اہل سنت،، عبدالغفور اثری وہابی ص ۲۳ بحوالہ احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۶۱ کتاب ذکر الدنیا) ''اصلی اہل سنت،، عبدالغفور اثری وہابی بحوالہ ''الملل والنحل ج ۱ ص ۱۳)

معلوم ہوا کہ عقائد وہی برحق ہیں جو صحابہ کرام کے ہیں جن کے عقیدے کی تصدیق صحابہ کرام سے ہوجائے تو وہ اہل سنت ہوگا اور جن کا عقیدہ ان کے خلاف ہو وہ لاکھ اپنے آپ کو اہل سنت کہے یا اہل حدیث وہ بے دین اور گمراہ ہے۔

اب جو کہے کہ میں سنی نہیں تو وہ اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کررہا ہے اور یہ بہت بڑی بدنصیبی ہے

دیوبندی اور غیر مقلد اصلاً ایک ہیں: دیوبندی وہابی دھوکہ دہی کے لئے اپنے آپ کو اہل سنت ظاہر کرتے ہیں حقیقت میں یہ گستاخ رسول اور وہابی ہیں دیوبندی اور غیر مقلد دونوں عقائد میں ایک ہیں اعمال میں صرف تقلید کا فرق ہے۔ یعنی نماز کے طریقہ میں تھوڑا فرق ہے غیر مقلد رفع یدین وغیرہ کرتے ہیں یہ نہیں کرتے باقی عقائد سب کے ایک جیسے ہیں۔ لہٰذا تقلید کی وجہ سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:- عقائد میں سب متحد مقلد وغیر مقلد ہیں البتہ اعمال مختلف ہوتے ہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۲۹۷، ج ۲ ص ۱۰)

اشرف علی تھانوی کی آرزو جو پوری نہ ہوسکی: میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کردوں پھر خود ہی سب وہابی بن جائیں۔ (افاضات الیومیہ ج ۲ ص ۲۵۰) خدا گنجے کو ناخن نہ دے

اعتراف وہابیت: اشرف علی نے کہا: بھائی یہاں وہابی لوگ رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لئے کچھ مت لایا کرو۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۴۸)

منظور نعمانی نے لکھا ہے: ہم بڑے سخت وہابی ہیں (سوانح محمد یوسف کاندھلوی ص ۲۰۲)

تبلیغی نصاب کے مصنف زکریا کاندھلوی نے کہا: مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں (سوانح محمد یوسف کاندھلوی ص ۲۰۴)

اس سے واضح ہوگیا کہ تبلیغی جماعت والے جو کہتے ہیں کہ ہمارا کسی جماعت سے تعلق نہیں جھوٹ بولتے ہیں ان سے پوچھو یہ فضائل اعمال جس کی کتاب تم پڑھ رہے ہو وہ سچا تھا یا جھوٹا؟ اگر کہیں کہ جھوٹا تو بات ختم اس سے کہو جھوٹے کی کتاب پڑھنے سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا آ ؤ دعوت اسلامی کی فیضان سنت پڑھتے ہیں اگر کہیں کہ وہ سچا بلکہ بہت بڑا ولی تھا تو پھر اس کے سامنے اس کتاب کا حوالہ رکھو اور کہو کہ اس نے اپنے وہابی ہونے کا اعتراف کیا ہے تم جھوٹے ہو جو کہہ رہے ہو کہ ہمارا کسی جماعت سے تعلق نہیں جھوٹو ہماری مسجد سے نکل جاؤ یہ سنیوں کی مسجد ہے ہمیں جھوٹوں کی تبلیغ کی کوئی ضرورت نہیں ہماری جماعت موجود ہے۔ ہم تمہاری مسجد میں نہیں جاتے تم ہماری مسجد میں کیا لینے آ ئے ہو۔

سنیوں کو اہل سنت کا نام سرکار نے عطا فرمایا جبکہ وہابیوں کو اہل حدیث کا نام انگریز کی طرف سے ملا

کوئی صحابی اہل حدیث نہیں تھا تمام صحابہ اہل سنت تھے یعنی اہل سنت نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس سے موجود ہیں اور وہابی ۳ ستمبر **1886** ء کو اہل حدیث بنے تھے ان کا انگریز کو اہل حدیث کہلوانے کی درخوست پیش کرنا ,, اخبار اہل حدیث ،، کے حوالہ سے انگریزی متن کے ساتھ ,, وہابی مذہب از ضیاء اللہ قادری ،، کے صفحہ ۳۶۳ پر موجود ہے۔

عبدالمجید سوہدروی لکھتے ہیں (محمد حسین بٹالوی صاحب نے) اشاعۃ السنۃ کے ذریعے اہل حدیث کی بہت خدمت کی ۔ لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔ (سیرت ثنائی ص ۳۷۲)

نواب صدیق حسن کی کتاب ”ترجمان وہابیہ ص ۶۲ ،، میں بھی اس کا ذکر موجود ہے وہابیوں نے انگریزوں کو درخواست دی کہ ہمیں ”اہل حدیث ،، کہا جائے۔

انگریزوں کا ایجنٹ کون؟

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں: کلکتہ میں (امام الوہابیہ) اسماعیل دہلوی نے جہاد پر وعظ کرنا شروع کیا تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتوی کیوں نہیں دیتے آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ..... ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ (حیات طیبہ ص ۳۶۴) انگریزوں کی حمایت میں لڑنا ان کے نزدیک فرض تھا یہ بات انگریزوں کے ایجنٹوں کے بغیر کوئی نہیں کہہ سکتا۔

مولوی یا پادری؟: ابوالحسن ندوی دیوبندی لکھتے ہیں: کہ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں پر کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا پادری صاحب کہاں ہیں حضرت (سید احمد) نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں ہوں ۔سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کرلیا جائے انگریز دو تین گھنٹے ٹھہر کر چلا گیا۔ (سیرت احمد شہید ج ا ص ۲۱۷) جنہیں تم شہید کہتے ہو وہ تو اپنے آپ کو پادری تسلیم کر رہے ہیں تمہاری بات درست ہے یا تمہارے امام کی

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا

گھر کی گواہی

کوئی صحابی اہل حدیث نہیں تھا یہ بعد کی اصطلاحات ہیں: عبد الغفور اثری نے ایک عنوان قائم کیا کہ صحابہ کرام اہل حدیث تھے۔,,

اصلی اہل سنت،، معلوم ہوتا ہے کہ اثری صاحب جھوٹ بولنے میں ماہر ہیں اور یہ اپنے اکابر کی کتابوں سے بھی جاہل ہیں۔

انگریزوں سے وہابی کی بجائے اہل حدیث کا لقب الاٹ کرانے والے محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

کہ یہ بات کسی سے مخفی نہ رہے کہ اہل حدیث وغیرہ صحابہ و تابعین کے مابعد زمانہ متاخر کی اصطلاحات ہیں اور متاخرین پر ان کا اطلاق پایا جاتا ہے صحابہ و تابعین کو اہل حدیث نہیں کہا جاتا۔ (نصیحت نامہ، اشاعۃ السنہ ج ۲۱ ص ۳)

وہابیوں کے سردار اہل حدیث ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

کوئی نام کا اہل حدیث اس وقت (زمانہ نبوت میں) نہ تھا کیونکہ اہل حدیث نام تفرقہ مذاہب کے وقت تمیز کے لئے رکھا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۰۸ء)

بتائیں کہ ان دونوں میں سچا کون ہے عبد الغفور اثری یا ان کے اکابر کچھ سوچ سمجھ کر بات کیا کریں وہی بات صحیح ہے کہ یہ ۱۸۸۶ء میں اہل حدیث بنے۔

وہابی کی وجہ تسمیہ: وہابی مذہب محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے۔ نجدیت اور وہابیت ایک ہی مذہب ہے۔

ایک وہابی عالم مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں: وہابیت کی نسبت عام طور پر محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان نجدی کی طرف کی جاتی ہے۔ (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۵)

ایک وہابی سوانح نگار احمد عبد الغفور لکھتے ہیں:

وہابی ابن تیمیہ، ابن القیم اور ان کے متبعین کے مسلک پر چلتے ہیں تو اس میں راہ صواب سے کچھ بعد نہیں ہے بلکہ اصح یہی ہے کہ انہی ائمہ کے متبعین میں سے ہیں اور شیخ (محمد بن عبد الوہاب نجدی) نے بھی انہی کے طریق کی پیروی کی ہے۔ (محمد بن عبد الوہاب نجدی ص ۱۷۴)

ایک جگہ لکھا ہے: قاعدہ کی رو سے وہابی اس کو کہنا چاہئے جو محمد بن عبد الوہاب نجدی کا مقلد اور پیرو ہو۔ (فتاوی علمائے حدیث ج ۱۰ ص ۲۴۹)

ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اس (محمد بن عبد الوہاب نجدی) کے اتباع اور فوجیوں کو لوگ وہابی کہتے تھے۔ (فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۴۱۴)

وہابی وہی گروہ ہے جو محمد بن عبد الوہاب نجدی کا پیرو ہو۔ (فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۴۱۵)

دیوبندی عالم رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۲۶۶)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

اس لقب (وہابی) کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص مسلک میں محمد بن عبدالوہاب کا تابع یا موافق ہو۔ (امدادالفتاوی ج ۵ ص ۲۳۳)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: وہابی کا معنی ہے بے ادب باایمان اور بدعتی کا معنی ہے باادب اور بے ایمان۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۸۹)

بعض وہابی بڑے فخر سے کہتے ہیں: ,,وہاب،، اللہ تعالی کا صفاتی نام ہے اس کو ماننے والا اس کے احکام پر عمل کرنے والا وہابی کہلانے کا حقدار ہے۔ ہم کہتے ہیں ,,دہر،، بھی اللہ تعالی کا صفاتی نام ہے لہذا آپ دہریے ہوئے۔ لہذا آج کے بعد آپ اپنے نام کے ساتھ ,,دہریہ،، لکھا کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

دہریہ اس کو کہتے ہیں جو خدا کے منکر ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ میں صرف مسلمان ہوں تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تم کون سے مسلمان ہو؟ مرزائی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں شیعہ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں کیا تم شیعہ ہو جو قرآن کے منکر نبی کریم ﷺ کے فرمان کے منکر کیا تم مرزائی ہو؟ جو مرتد واجب القتل ہیں رب کی توحید کے بھی منکر اور ختم نبوت کے بھی منکر کیونکہ مرزا قادیانی کہتا تھا کہ میں رب کا بیٹا ہوں۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)

کیا تم دیوبندی ہو جنہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا اور ان کے مولوی اپنے آپ کو انبیاء سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کا عقیدہ ہے کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا (تحذیر الناس ص ۲۸) اس سے پتہ چلا کہ قادیانی مذہب کا دروازہ کھولنے والے علماء دیوبند تھے۔ مرزا قادیانی کا کام یہ تھا کہ وہ قرآنی آیات اور احادیث کو اپنی طرف منسوب کرتا تھا یہی کام علماء دیوبند نے کیا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿انما انا قاسم و اللہ یعطی﴾ میں تقسیم کرنے والا ہوں اللہ عطا کرتا ہے۔ انہی الفاظ کو قاسم نانوتوی نے اپنی طرف منسوب کیا۔

ایک دیوبندی مصنف لکھتا ہے کہ ان کے بارے میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سفر حج کے دوران راستے میں جو بھی ضروریات اشیاء ملتیں وہ لوگوں میں تقسیم کر دیتے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھتے عقیدت مندوں نے کہا کہ حضور آپ سب بانٹ دیتے ہیں کچھ تو اپنے پاس رکھئے تو قاسم نانوتوی نے کہا ﴿انما انا قاسم و اللہ یعطی﴾ میں تقسیم کرنے والا ہوں اللہ عطا کرتا ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۹۷) خدارا انصاف کریں کیا یہ دعوی نبوت نہیں؟ تبلیغی جماعت والے اپنی مولویوں کو کیا سمجھتے تھے ملاحظہ ہو مولوی ابوالحسن ندوی دیوبندی لکھتا ہے۔

(تبلیغی جماعت کے بانی) مولوی الیاس کا جب انتقال ہوا تو ان کا جنازہ میدان میں لا کر رکھا گیا تو اس موقع پر شیخ الحدیث مولوی زکریا (دیوبندی مصنف تبلیغی نصاب فضائل اعمال) اور مولانا یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں کو جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے ﴿**وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل**﴾ (آل عمران ۱۴۵) کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع کے لئے تعزیت و موعظت کیا ہو سکتی تھی۔ (دینی دعوت ابو الحسن ندوی ص ۱۸۶) پیارے مسلمانوں یہ وہ آیت ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے وصال پر پڑھی تھی۔ مقام غور ہے کہ تبلیغی جماعت کے بانی الیاس کاندھلوی کے انتقال پر اس آیت کی تلاوت کا مقصد کیا تھا؟ کہ تبلیغی جماعت کے بانی کا منصب ان کے ماننے والوں کی نظر میں ایک رسول سے کم نہ تھا۔ (منزل کی تلاش ص ۱۱۷)

اللہ تعالی نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے لیکن دیوبندی مفتی رشید گنگوہی لکھتا ہے ,,لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ کی نہیں

بلکہ دیگر اولیاء اور انبیاء اور علماء موجب رحمت عالم ہوسکتے ہیں۔(فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۰۰-ایچ ایم سعید کراچی) مفتی رشید کی بندر بانٹ تقسیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب اشرف علی تھانوی کا خلیفہ مفتی محمد حسن اشرفی کا انتقال ہوا تو ایبٹ آباد کے دیوبندی مہتمم مدرسہ نے ان کے غم میں اس طرح اپنے خیال کا اظہار کیا۔ آج نماز جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دل حزیں پر بے حد چوٹ لگی کہ ,,رحمۃ للعالمین،،(مفتی محمد حسن اشرفی) دنیا سے سفر آخرت فرما گئے۔(تذکرہ حسن بحوالہ تجلی دیوبند نوری کرن فروری ۱۹۶۲ء) منزل کی تلاش ص ۸۹)

صرف مسلمان کہنے والے سے پوچھا جائے کیا تم غیر مقلد وہابی ہو جو اتنی گستاخیوں کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ خدا چاہے تو کروڑوں محمد کے برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان ص ۳۱) جس کا نام محمد یا علی ہے اسے کوئی اختیار نہیں (تقویۃ الایمان ص ۴۷) رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویۃ الایمان ص ۵۸) اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان ص ۸) وہابی کہتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے جو آخری نماز ادا کی اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی (ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ماجاء فی صلاۃ رسول اللہ ﷺ فی مرضہ حدیث ۱۲۳۴ مطبوعہ ضیاء القرآن) جب یہ سب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو کیا پتہ چلے گا کہ وہ مرزائی ہے، شیعہ ہے، یا گستاخ رسول ہے؟ تو کیا وہ نام بہتر نہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا یعنی اہل سنت تاکہ حق و باطل میں امتیاز ہو جائے، عطائے رسول سے نفرت و بیزاری گستاخی نہیں تو اور کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول نہ کرنے والے کو قرآن مومن نہیں سمجھتا ۔**فلا وربک لایؤمنون حتی یُحکموک**(النساء ۶۵)

آپ کا عشق ہے عشق رب العلی آپ کا ذکر ہے خاص ذکر خدا

خود خدا کا یہ قرآن میں اعلان ہے جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

نبی کریم ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہونے والے کی سزا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قتل ہے ہم عقیدۃ اہل سنت ہیں مذہبا حنفی ہیں کیونکہ یہی سبیل المؤمنین اور صراط مستقیم اولیاء کرام کا طریقہ ہے باقی رہا بریلوی کہلانا تو یہ صرف ایک عاشق رسول اور ولی اللہ کی نسبت ہے کسی جماعت یا فرقہ کا نام نہیں جیسے قادری عطاری، پاکستانی بغدادی اور مدنی وغیرہ یہ صرف اور صرف پہچان کے لئے ہے کیونکہ بے دین لوگ بھی اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں

طلبا کو سزا کس طرح دے؟

آج کل مدارس دینیہ میں طلباء کو بڑی بے دردی کے ساتھ مارا پیٹا جاتا ہے ان کے متعلق شریعت کا حکم واضح فرمادیں۔ طاہرہ ایبٹ آباد

جواب استاذ روحانی باپ کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ طلباء پر اسی طرح شفقت کرے جس طرح کوئی باپ اپنی حقیقی اولاد پر کرتا ہے۔

اگر کوئی طالب العلم سبق سنانے میں یا امتحان وغیرہ میں ناکامی سے دوچار ہو تو اس کی ناکامی پر رنجیدہ ہو اور اس کی ڈھارس بندھائے اور اسے ناکامی سے پیچھا چھڑانے کے لئے مفید مشورے دے۔ اور اگر کسی طالب العلم کو کوئی کامیابی نصیب ہو تو اس کی حوصلہ افزائی کرے بلکہ ممکن ہو تو کوئی تحفہ بھی دے اور اس کی مزید کامیابیوں کے حصول کے لئے دعا کرے۔

مدرسوں اور اسکولوں کے اساتذہ اور قاری صاحبان جو اپنے شاگردوں کو بڑی بے دردی سے ڈنڈوں سے مارتے ہیں مار مار کر بچوں کے ہاتھ لال

کر دیتے ہیں۔ انھیں آدھا آدھا گھنٹہ مرغا بناتے ہیں اٹھک بیٹھک کرواتے ہیں افسوس سے اللہ بروز قیامت بدلہ لے گا۔ کیونکہ اس قدر بچوں کو مارنا اذیت دینا ناجائز وحرام اور جہنم میں لے جانا والا کام ہے ڈنڈا صرف ڈرانے کے لئے ہو مارنے کے لئے نہیں کسی بھی قاری یا عالم کا خلاف شریعت فعل ہمارے لئے حجت نہیں کہ فلاں عالم مارتے تھے۔

طلباء کو معمولی بات پر مجرموں کی طرح مارنا جائز نہیں لوگ تو پہلے ہی دین سے دور ہیں بچوں کو بے تحاشہ مار کر دین سے دور نہ کریں اور نفرتیں نہ پھیلائیں اکثر لوگ اسی بچے کو مدرسہ میں داخل کرواتے ہیں جو کند ذہن ہوتا ہے اور آپ اسے مار کر مزید اس کی باقی ماندہ صلاحیتوں کو بھی ختم کر دیتے ہیں اسلام تو پیار کا مذہب ہے بالخصوص نبی کریم ﷺ بچوں سے بہت پیار کیا کرتے تھے ارشاد فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں (ترمذی 1921 مشکوۃ باب الشفقۃ علی الخلق 4970)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے وہ اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال لی جائے اس کو بدصورت بنا دیتی ہے۔ (مسلم 2594 ریاض الصالحین 635)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو مار رہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابو مسعود تمہیں علم ہونا چاہئے جتنا تم اس غلام پر قادر ہو اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے، میں نے عرض کیا آئندہ اس کو کبھی نہیں ماروں گا اور میں نے اس کو اللہ کے لئے آزاد کر دیا فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تجھے جلاتی۔ مسلم شریف 1659 مشکوۃ کتاب النکاح باب النفقات 3353

ایک آدمی کہنے لگا اگر ان کو مارا نہ جائے تو پڑھتے نہیں میں نے کہا کیوں نہیں پڑھتے آپ میں صلاحیت ہی نہیں کہ ان کو مار کے بغیر پڑھا سکو یہ آپ کا قصور ہے کہ آپ نے ان کو مار پر لگا دیا ہے۔ مار میں اور پیار میں اعتدال ضروری ہے حد سے تجاوز نہ کرو ورنہ مجرم ہو جاؤ گے آپ ان کی اصلاح کیا کریں گے آپ تو خود قابلِ اصلاح ہیں۔ پوری دنیا کے لوگ مار کے بغیر پڑھ رہے ہیں اور دعوت اسلامی کے تمام مدارس میں مار پر پابندی ہے کیا وہ طلباء جاہل رہ گئے ہیں یا آپ سے زیادہ عالم ہیں اور آپ سے زیادہ شریعت کے پابند ہیں پوری دنیا میں آپ کو انقلاب نظر نہیں آ رہا دعوت اسلامی نے جو سفید لباس عمامہ شریف اور چہرے پر داڑھی سجائی ہے تو کیا مولانا الیاس قادری صاحب روزانہ صبح اٹھ کر ان سب کو پانچ پانچ ڈنڈے لگاتے ہیں ان کے خوف سے دعوت اسلامی نے یہ حلیہ بنا رکھا ہے ہرگز نہیں یہ ان کا اخلاق اور پیار اور خلوص کا نتیجہ ہے

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

آپ کے مدارس کا یہ حال ہے کہ لڑکے دورانِ تعلیم بھی ننگے سر رہتے ہیں اور داڑھیاں منڈاتے ہیں اور جب حفظ کر کے چلے جاتے ہیں تو پینٹ شرٹ پہنتے ہیں اور رمضان سے قبل خشخشی داڑھی رکھ کر لوگوں کی نمازیں برباد کرنے کے لئے مصلے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مجھے بتائیں کیا مستحب کام کے لئے حرام کا ارتکاب جائز ہے پورا قرآن حفظ کرنا تو ایک مستحب عمل ہے فرض و واجب نہیں ہاں تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنا ضروری ہے وہ ناظرہ بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن آپ ان کو خلاف شریعت سزا دیکر حرام کا ارتکاب کر رہے ہیں پچھلے گناہوں پر توبہ کرو اور آئندہ احتیاط کرو جب دن رات قرآن پڑھانے والے خود قرآن پر عمل نہیں کریں گے تو کون کرے گا۔ کتنے افسوس کا مقام ہوگا کہ شاگرد مظلوم ہو کر جنت میں اور استاد ظالم بن

کر جہنم میں جارہا ہو۔

اگر کوئی طالب العلم سبق سنانے میں ناکام رہتا ہے تو اسے فوراً جھاڑنے یا کوئی سزا دینے کی بجائے مناسب لہجے میں اس سے وضاحت طلب کرے۔ اگر ناکامی میں طالب العلم کی سستی کو دخل ہو تو اسے تنبیہ کرے۔ پھر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلے تو شرعی اجازت کے تحت ہی سزا دے، اس اجازت سے ہرگز تجاوز نہ کرے کہ آخرت میں حق العبد میں گرفتار ہونے کا پورا پورا امکان ہے۔ استاذ اپنے شاگرد کو جسمانی طور پر کتنی سزا دے سکتا ہے اس کے لئے ذیل میں دیا گیا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ استاذ شاگرد کو تادیب کے لئے جسمانی سزا دے سکتا ہے یا نہیں اگر دے سکتا ہے تو کتنی؟ نیز طریقہ بھی ارشاد فرمادیجئے؟ سائل : مدرس جامعۃ المدینہ فیضانِ مدینہ باب المدینہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

استاذ شاگرد کو تادیبا بقدرِ حاجت سزا دے سکتا ہے لیکن یہ سزا ہاتھ سے دے اور ایک وقت میں تین ضربوں سے زیادہ نہ مارے نیز چہرے پر مارنے کی ممانعت ہے، رحمتِ عالم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم نے مدرسہ کے معلم سے فرمایا " :ایاك ان تضرب فوق الثلث فانك اذاضربت فوق الثلث اقتص الله منك ۔ " یعنی تین مرتبہ سے زیادہ ضربیں لگانے سے پرہیز کرو اگر تین مرتبہ سے زیادہ سزا دی تو اللہ تعالٰی تم سے بدلہ لے گا۔ (احکام الصغار بحوالہ فتاویٰ رضویہ) خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ رحمۃ القوی فرماتے ہیں :

"لایجوز ضرب ولد الحر بامرابیه ،اماالمعلم فله ضربه لان المامور یضربه نیا بة عن الاب لمصلحته وقیده الطرسوسی بان یکون بغیرآلة جارحة ،بان لا یزید علی ثلاث ضربات " (ردالمحتار) یعنی ایک آزاد بچے کو باپ کی اجازت سے مارنا جائز نہیں لیکن استاذ تعلیمی مصلحت کے تحت مار سکتا ہے کیونکہ وہ بچے کو مارنے میں باپ کا نائب ہے امام طرسوسی علیہ رحمۃ القوی نے قید لگائی ہے کہ یہ مارنا زخمی کرنے والے آلہ سے نہ ہو یعنی ہاتھ سے ہو اور تین ضربوں سے زیادہ بھی نہ ہو، سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں ": ضرورت پیش آنے پر بقدرِ حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لئے بلا تفریق اجرت وعدم اجرت استاذ کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہیے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے۔ " (فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۶۵۲)

امیر اہلسنت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں ": انسان ہو یا جانور بطورِ سزا بھی کسی کو سر یا چہرے پر مارنے کی شرعاً اجازت نہیں بہارِ شریعت حصہ میں ہے، "بلا وجہ جانور کو نہ مارے اور سر یا چہرے پر تو کسی حالت میں بھی ہرگز نہ مارے کہ یہ بالاجماع ناجائز ہے۔ " (ملفوظاتِ عطاریہ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی) واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح کتبہ

محمد نعیم العطاری المدنی محمد شاہد العطاری المدنی ذوالقعدۃ الحرام ھ

حاضر و ناظر کا مفہوم

س اسلام علیکم: جناب علامہ صاحب مئی کا رسالہ آج ہی مجھ تک پہنچا ہے اور مجھے دار العلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں (جہاں میں زیر تعلیم ہوں) میں سے رسالہ ملا دیکھ کر بہت خوشی کہ یہاں بھی میرے شیخ طریقت کا فیضان جاری ہے میری ایک شخص سے بات ہوئی کہ حضور ﷺ اگر ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو سورہ بنی اسرائیل میں آتا ہے پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی کہ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو اللہ تعالی نے کیوں فرمایا لے گئی اس کا جواب ارشاد فرمادیں۔ حافظ محمد اعظم الیاس ماموں زاد حضور مفکر اسلام فاروق آباد بندو کے۔

جواب وعلیکم السلام جناب حافظ صاحب ماشاء اللہ تبارک اللہ الحمد للہ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے مضمون پڑھتے ہیں اور تعلیم بھی وہاں حاصل کر رہے ہیں جو علاقہ میری جائے پیدائش ہے چیک وی کے ساتھ والا گاؤں ترپون سیداں میں میری پیدائش ہوئی اور ۱۹۷۲ء میں فاروق آباد سید عباس علی شاہ رحمہ اللہ کی مسجد صدیقیہ حیدریہ میں قرآن پاک حفظ کرتا رہا اس علاقہ کے ساتھ میری بہت سی یادیں وابستہ ہیں انشاء اللہ آپ کی آپ کے مدرسہ اور علامہ نور المصطفی صاحب کی زیارت ضرور کرنی ہے اس سے قبل بھی میں نے یہ ارادہ کیا تھا کیونکہ ایک تو علامہ نور المصطفی رضوی صاحب حضور مفکر اسلام کے منظور نظر تھے اور دوسرے ہمارے سیالکوٹ میں جس مسجد میں رہ کر گئے ہیں میں آج کل اسی مسجد ابوحنیفہ میں امامت کرا رہا ہوں۔

مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرات حاضر و ناظر کے مفہوم سے ناواقف ہیں انہوں نے حاضر و ناظر کا یہ معنی سمجھا ہے کہ جسماً ہر جگہ موجود ہونا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ ہم سے پوچھنا چاہئے نہ اپنی طرف سے کوئی عقیدہ بنا کر ہم پر ٹھونس دیا جائے ہمارا عقیدہ یہ نہیں کہ جسماً آپ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہیں جب یہ ہمارا عقیدہ ہی نہیں تو اعتراض کرنا بیوقوفی ہے معراج شریف سے تو مسئلہ حاضر و ناظر کی وضاحت ہو رہی ہے کہ تمام نبی اپنی قبروں میں بھی تھے اور مسجد اقصی میں بھی اور آسمانوں پر بھی۔ جسمانی کریم ﷺ مدینہ پاک میں ہیں اور علم کے لحاظ سے روحانیت اور نورانیت کے لحاظ سے ہر جگہ ہیں جیسے سورج جسماً ایک جگہ لیکن روشنی کے لحاظ سے متعدد مقامات پر ہے آسمان پر چاند چمک رہا ہے نیچے لاکھوں آئینے رکھ دیں کیا ایک چاند ہر آئینہ میں جلوہ گری کرے گا یا نہیں حالانکہ چاند ایک ہے لاکھوں نہیں جب آسمان کے چاند کا یہ عالم ہے تو مدینہ کے چاند کا عالم کیا ہوگا رسول اللہ ﷺ بھی ہر مؤمن کے سینہ میں جو مثل آئینہ کے ہیں جلوہ گری کر سکتے ہیں۔ آج کے دور میں مسئلہ حاضر و ناظر سمجھنا تو بالکل آسان ہے اور اس کا انکار روز روشن کا انکار ہے ٹیلی پر ایک شخص بولتا ہے تو ہر گھر میں اس کی آواز اور تصویر آرہی ہے حالانکہ وہ جسماً ایک جگہ ہے جب مادیت کا یہ عالم ہے تو روحانیت کا عالم کیا ہوگا؟

شیخ القرآن مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:-

عالم میں حاضر و ناظر ہونے کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرلے اور ہزاروں میلوں پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اُسی جسم کے ساتھ ہو جو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے ان سب معنی کا ثبوت قرآن وحدیث واقوال علماء سے ہے۔ (جاء الحق)

یعنی حاضر وناظر ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

حاضر وناظر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں حتیٰ کہ کوئی معاند یہ کہے کہ جب تم کرسی پر بیٹھے ہو تو بتاؤ کرسی کے نیچے رسول اللہ ﷺ ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کرسی کے نیچے نہیں ہیں تو آپ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہیں اور اگر کرسی کے نیچے ہیں تو تم بڑے بے ادب اور گستاخ ہو کہ حضور ﷺ کرسی کے نیچے ہیں اور تم کرسی پر بیٹھے ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حاضر وناظر ہونے کا یہ معنیٰ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے جسم اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ بعینہٖ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ آپ اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ اپنے روضہ انور میں جلوہ فرما ہیں وہاں آپ کے مختلف اشغال ہیں آپ قبر انور میں نماز پڑھتے ہیں زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں ان کی درخواستوں پر توجہ فرماتے ہیں ان کے لئے دعا فرماتے ہیں اوران کی شفاعت کرتے ہیں آپ پر اعمال امت پیش کئے جاتے ہیں آپ نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں، کائنات کا ملاحظہ فرماتے ہیں اور جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں، بعض اوقات کسی کی عیادت فرماتے ہیں، کسی کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں، کسی ستم رسیدہ کی مدد کرتے ہیں، کسی کو حدیث پڑھاتے ہیں، کسی کو فقہی مسئلہ بتاتے ہیں اور کسی کو محض اپنے جمال دل نواز سے شاد کام کرتے ہیں اور اگر ایک وقت میں متعدد جگہ جانا چاہیں تو بیک وقت متعدد جگہ جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔ اور چونکہ ان تمام اجساد مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لئے یہ اجسام آپ کا غیر نہیں ہیں۔ (شرح مسلم جلد ا ص ۷۶۹،۷۷۰-۷۷۲)

شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

إنّ نظرية الحاضر والناظر لاتتعلق بجسمه الأقدس الخاص ولا ببشريته ﷺ بل إنما تتعلق بنورانيته وروحانيته.

بیشک مسئلہ حاضر وناظر خاص جسم اقدس اور بشریت مبارکہ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اس تعلق نورانیت اور روحانیت کے ساتھ ہے۔ (من عقائد اہل السنہ ص ۳۶۵)

آیت کریمہ

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا ڈر سناتا۔ سورۃ الاحزاب آیت: ۴۵ پارہ (۲۲) رکوع (۳)

حضور ﷺ دنیا اور آخرت میں ہر مومن کے قریب ہیں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، اقْرَءُوا

اِنْ شِئتُمْ: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مومن نہیں مگر میں دنیا اور آخرت میں اس کا سب سے قریبی ہوں اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ﴾ یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے بھی زیادہ مالک ہے۔ (بخاری حدیث:۲۳۹۹ کتاب الاستقراض مشکاۃ حدیث ۳۰۴۱)

داڑھی منڈانے یا حد شرع سے کم کرنے والا شرعاً فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے نماز فرض ہو یا نفل یا تراویح۔

رمضان میں بعض مقامات پر داڑھی منڈے یا ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے تراویح پڑھانے کھڑے ہو جاتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز ہو جائے گی۔ (مبارک علی صاحب، عارف صاحب آسوی مدرس گورنمنٹ ایم سی ایلیمنٹری سکول کشمیری محلہ سیالکوٹ)

فقیہ اعظم محمد نور اللہ نعیمی لکھتے ہیں: داڑھی منڈانے والا فاسق اور گنہگار ہے، منصب امامت کے لائق نہیں۔ (فتاوی نوریہ کتاب الصلاۃ، باب الامامہ)

فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی فرماتے ہیں: ,,داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین ہے، منڈانا یا ایک بالشت سے کم کرنا حرام ہے۔ ہذا جو حفاظ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے کے عادی ہیں وہ فاسق ہیں، ایسے حفاظ کو امامت کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ لوگ امامت سے باز نہ آئیں، تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کو امامت سے روکیں۔ اسلئے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئی ہیں۔ خواہ فرض ہوں یا سنت، ان کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اگر دوبارہ نہیں پڑھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔،، (فتاوی فیض الرسول کتاب الصلاۃ، باب الامامہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ,,داڑھی منڈانا حرام ہے اور انگریزوں، ہندوؤں اور قلندریوں کا طریقہ ہے اور داڑھی کو ایک مشت تک بڑھانا واجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲) اعلی حضرت امام الشاہ احمد رضا خاں رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ,,داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم کرنے والا فاسق ہے۔ اسے امام بنانا، اس کے پیچھے نماز (خواہ فرض ہو یا سنت یا نفل) ادا کرنی مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاوی رضویہ) الغرض ایسے آدمی کو امام مقرر کرنا جائز نہیں۔ اگر مقرر کر دیا، تو معزول کرنا لازم ہے۔ فقط۔ واللہ تعالی اعلم۔

شیخ الحدیث مفتی اشرف القادری آف گجرات

(۲) جو حفاظ وغیرہ سارا سال داڑھیاں منڈاتے یا حد شرع سے کم رکھتے ہیں۔ رمضان مبارک کے قریب داڑھیاں بڑھا لیتے ہیں، ایسے حفاظ دوہرے مجرم ہیں۔ ایک تو داڑھی کٹوانے کی وجہ سے فاسق معلن، دوسرے غرضِ فاسد کے پیش نظر داڑھیاں بڑھانے کی وجہ سے دھوکہ باز۔ یہ وہ لوگ ہیں جو چند روپوں کی خاطر لوگوں کی نماز اور اپنی آخرت تباہ کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں (مسلم ۱۰۱) ایسے حفاظ اگر تائب ہو کر داڑھی بقدر سنت بڑھا لیں اور ان کی توبہ خوب ظاہر ہو جائے، وہ یوں کہ اس حال میں ان پر ایک زمانہ گذر جائے، تو انہیں امام بنانے میں حرج نہیں۔ ان کی توبہ پر فوراً اعتماد نہ کیا جائے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ ,,فاسق آدمی جب اپنے فسق سے

توبہ کرلے تو اس کی گواہی اس وقت تک قبول نہ کی جائے۔ جب تک اس پر ایک مدت نہ گذر جائے جس میں توبہ کا اثر خوب ظاہر ہو۔،، لہذا مذکورہ حافظ کو امام مقرر نہ کیا جائے۔ فقط۔ واللہ تعالی اعلم۔ اس کی تفصیل مفتی محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی کے (ماہنامہ اہل سنت اکتوبر 2007) میں بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ لہذا ایسے حفاظ کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں جو رمضان سے آٹھ دس پہلے کہہ دیتے ہیں کہ ہم توبہ کرتے ہیں آئندہ داڑھی نہیں منڈائیں گے۔ مجھے مسجد بلال سیالکوٹ میں رمضان المبارک میں خطاب کے لئے بلایا گیا تو مجھے کہا گیا کہ یہ ہمارے حافظ صاحب ہیں جنہوں نے ہمیں قرآن سنایا ہے تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ان کی داڑھی بالکل صاف تھی تو میں نے اسے کہا تمہیں کیسے جراءت ہوئی مصلی پر کھڑے ہونے کی تم نے مذاق بنا رکھا ہے اور مسجد کمیٹی کو بھی تنبیہ کی کہ اپنی تراویح کو دھراؤہاں اگر بچہ بالغ ہو کم از کم پندرہ سال کا اس کی داڑھی اگی نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہیں مسئلہ اس کا ہے جو داڑھی آنے پر منڈائے۔

فتوی اعلی حضرت رحمہ اللہ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی نا جائز اور مکروہ؟

الجواب قراءت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی چکڑالوی وغیرہ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو، جیسے تفضیلیہ کہ مولا علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ وغیرہ کو برا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور جتنی پڑھی ہوں ان سب کا پھیرنا واجب۔ اور انہیں کے قریب ہے فاسق معلن، مثلاً داڑھی منڈا، یا خشخشی رکھنے والا، یا کتروا کر حد شرع سے کم کرنے والا یا سود خور یا ناچ دیکھنے والا۔ (احکام شریعت ص 144)

فتوی مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد رحمہ اللہ: بلاشبہ داڑھی کترے حافظ فاسق ہیں ان کے پیچھے نماز خواہ فرض ہو یا سنت یا تراویح ادا کرنی مکروہ تحریمی ہے۔۔اگر بامر مجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی یا پڑھنے کے بعد حال کھلا تو نماز پھیر لے (دوبارہ پڑھے) اگر چہ وقت جا رہا ہو۔ (کذا فی الشامی) داڑھی کترے آدمی سید، قاری، حافظ، عالم، فاضل ہونے سے مستحق امامت نہیں ہوسکتے۔ اگر کسی مسجد میں امام داڑھی کترا ہے تو وہ مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (ابوالبرکات سید احمد حزب الاحناف لاہور)

دجال کے ساتھی کون؟ سبز عمامہ والے یا گستاخ رسول؟

السلام علیکم: جناب حافظ صاحب! ڈاکٹر خالد صاحب اور کامران عطاری صاحب نے رات کو کال کی تھی کہ شاہدرہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ خبیث شر پسند طبقہ کی طرف سے دیکھا گیا ہے جس میں حدیث کا حوالہ دے کر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سبز عمامہ والے لوگ قیامت کے قریب دجال کے ساتھ ہوں گے اس کے متعلق کچھ وضاحت فرما دیں تو بہت سے لوگوں کے ذہن مطمئن ہو جائیں گے اور دعوت اسلامی جو کام کر رہی ہے اس کے چند فضائل بھی ارشاد فرما دیں احسان فرمائیں اللہ آپ کو جزائے خیر اور دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین شہزاد عطاری شاہدرہ لاہور

ج اللہ تعالی مسلمانوں کو ان نجدیوں کے شر سے بچائے یہ آئے دن تحریف قرآن وحدیث کے مرتکب ہو کر مسلمانوں کے عقائد واعمال کو شرکیہ

قرار دیتے رہتے ہیں اور ،،الحقیقہ ،، اللہ کے فضل و کرم سے ان کے جھوٹ کو بے نقاب کر کے حقیقت واضح کرتا رہتا ہے، آپ ان کی قسم کا بھی اعتبار نہ کریں جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا ان کے لئے معمولی بات ہے اگر کوئی ایسی بات ہو تو فوراً علماء سے رجوع کریں۔ سبز عمامہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام ،اولیاء کرام اور ملائکہ کی سنت ہے اور اہل جنت کا لباس ہے۔ کتب احادیث میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے، جس سے ثابت ہوتا ہو کہ سبز عمامہ والے دجال کے ساتھی ہوں گے۔

مخالفین کی پیش کردہ حدیث کا جواب: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ستر ہزار آدمی دجال کی پیروی کریں گے ان پر سبز چادریں ہوں گی (شرح السنہ، مشکوۃ حدیث 5491)

مخالفین کی ہوش وحواس کا جنازہ نکل چکا ہے بحث تو سبز عمامہ کے متعلق ہے اور اس کے رد میں سبز چادر اوڑھنے کی دلیل پیش کی جارہی ہے دعوت اسلامی سبز نہیں سفید چادر اوڑھتی ہے۔ سبز بھی اوڑھے تو کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ یہ نبی پاک ﷺ کی سنت ہے ملا علی قاری شارح مشکوۃ فرماتے ہیں: اس حدیث میں امت اجابت نہیں بلکہ امت دعوت مراد ہے یہ بات اظہر من الشمس ہے (مرقات ج ۱۰ ص ۲۱۷)

مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: امت سے مراد امت دعوت ہے، جن پر فرض ہے کہ حضور ﷺ پر ایمان لائیں سارا عالم حضور ﷺ کی امت دعوت ہے اور مسلمان امت اجابت یہاں امتی سے مراد ہی یہود ہیں کہ وہ آپ کی امت دعوت ہیں۔ (مراۃ شرح مشکاۃ ج ۷ ص ۲۳۹)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اصفہان کے یہود میں سے ستر ہزار یہودی جن پر طیلسان (سبز چادروں) کا لباس ہوگا دجال کی پیروی کریں گے۔ (مسلم شریف 2944 مشکوۃ کتاب الفتن حدیث 5478) اس حدیث میں نہ مسلمان کا ذکر ہے اور نہ عمامہ کا خواہ مخواہ اسے سبز عمامہ پر فٹ کرنا یہودیانہ ذہنیت اور دعوت اسلامی سے بغض وعداوت ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف سبز عمامہ بلکہ سبز چادر پہننا بھی جائز بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے وہابیوں میں اگر ہمت ہے تو سبز عمامہ یا سبز چادر کی ممانعت پر ایک حدیث پیش کر دیں انشاء اللہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: جب تک طیلسان یہود کا نشان رہا ممنوع رہا جب اس کا رواج عام ہو گیا تب حضور ﷺ نے پہنا تمام لباسوں کا یہی حال ہے کہ جو کفار کی علامت ہوں ان سے بچے اور جب علامت نہ رہیں مشترک بن جائیں تو جائز ہیں۔ (مراۃ شرح مشکاۃ ج ۷ ص ۲۲۸)

لباس کا مقصد ستر ڈھانپنا اور زینت ہے تاہم ایسا لباس پہننا ممنوع ہے جس سے لباس پہن کر بھی انسان عریاں دکھائی دے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے: جن اعضاء کا ستر واجب ہے اگر کپڑوں سے ان اعضاء کی ساخت اور ابھار دکھائی دے تو ان کو دیکھنا بھی ممنوع ہے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۳۲۱) آج کل فیشن زدہ لوگ کسی ہوئی پتلونیں پہنتیں ہیں اور قمیص پتلون کے اندر کی ہوئی ہوتی ہے، جس سے ان کی سرین کی ساخت اور ابھار نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے اس قسم کا لباس پہننا جائز نہیں ہے، نیز لباس کی جو قسم فساق فجار کے ساتھ خاص اور ان کی علامت اور ان کا شعار ہو، اس کا پہننا مکروہ ہے۔ (شرح مسلم ج ۶ ص ۳۷۵)

اور سبز عمامہ یا چادر پہننا فاسق وفاجر کا لباس نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے یہ حاسدین ومخالفین عقل کے اندھے اور مسلمانوں سے

بغض وعداوت کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر بھی پردے پڑ چکے ہیں اس لئے ان کو احادیث نظر نہیں آتیں اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے پسندیدہ لباس کو ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ میں ان لوگوں کو کبھی بھی اہل حدیث اور اہل سنت ماننے کے لئے تیار نہیں جن کو نبی کریم ﷺ کی سنت سے بغض وعداوت ہو۔

جنتیوں کا لباس اللہ تعالی فرماتا ہے: جنتی سونے کے کنگن پہنیں گے وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا اور سبز کریپ اور قنادیز کے کپڑے)(سورہ الکہف:۳۱) اب کسی جہنمی کو ہی سبز لباس سے تکلیف ہوگی۔

ہجرت کی رات سبز چادر: ہجرت کی رات نبی کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۲، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۹، سیرت رسول عربی ص ۸۱)

سبز چادر میں طواف: حضرت یعلی بن امیہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے بِبُرْدٍ اَخْضَرَ سبز چادر بغل سے نکالے ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا۔

(ترمذی، 859، ابن ماجہ 2954، ابوداود 1883، دارمی 1843 بلوغ المرام، مشکوۃ کتاب الحج 2584)

سبز چادر زیب تن فرمانا: حضرت ابو رمثہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔(نسائی ج ۳ ص ۲۴۷ طبع لاہور، ترمذی ج ۲ ص ۱۰۹، ابوداود ج ۲ ص ۲۰۶) اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی نبی کریم ﷺ کی دو سبز چادروں کا ذکر کیا ہے۔(نشر الطیب ص ۷-۲۲۶)

اذان دینے والے فرشتے کا لباس سبز: حضرت عبداللہ بن زید نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک آدمی کو دیکھا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ اَخْضَرَيْنِ اس پر دو سبز کپڑے تھے وہ مسجد میں کھڑا ہوا اور اذان دینے لگا۔(ابوداود کتاب الصلاۃ باب کیف الاذان حدیث 426، مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳۱) اس حدیث کو دیوبندی محقق انوار خورشید نے بھی نقل کیا ہے(حدیث اور اہل حدیث ص ۲۵۹) وہابیہ کے امام ابن حزم نے اس حدیث کو اعلی درجہ کی صحیح قرار دیا ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۳ ص ۱۵۸)

مقام محمود پر سبز لباس: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب لوگ قیامت کے دن قبروں سے اٹھیں گے میں اپنی امت کو لیکر ایک ٹیلے پر پہنچوں گا فَيَكْسُونِي رَبِّي حُلَّةً خَضْرَاءَ وہاں میرا رب مجھے سبز حلہ پہنائے گا۔(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۰۹)

نبی کریم ﷺ کا محبوب لباس: حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ محبوب ترین لباس جس کا پہننا رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا حبرہ تھا۔ (بخاری شریف حدیث 5813 ج ۲ ص ۸۶۵، مسلم 2079 مشکوۃ کتاب اللباس) اس کی شرح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں آپ ﷺ کو وہ کپڑا اس لئے پسند تھا کہ اس میں سبز رنگ پایا جاتا تھا اور یہ بھی اہل جنت کا لباس ہے یہ محبوب ہونے کی وجہ ہے۔(مرقاۃ ج ۸ ص ۲۳۴) مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں یہ بہترین قسم کا کپڑا ہوتا ہے سادہ سفید بھی ہوتا ہے اور سبز و سرخ دھاری والا بھی۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۳۳، مرقاۃ ملا علی قاری ج ۴ ص ۴۱۵) احیاء العلوم امام غزالی ج ۲ ص ۳۳۵، شرح سفر السعادہ شیخ عبدالحق ۴۳۱) سنی اگر نبی کریم ﷺ کے محبوب ترین رنگ استعمال کر کے سنت پر عمل کریں اور وہابی اسے دجال کے ساتھیوں کا رنگ قرار دیں تو یہ ان کی نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی تصور کی جائے گی ان پر توبہ لازم ہے کیونکہ ان کے سامنے واضح دلائل آچکے ہیں جن کا ان کے پاس سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہیں بلکہ اگر یہ سچے اہل حدیث ہیں تو انہیں سبز چادر بھی اور سبز عمامہ بھی استعمال کرنا چاہئے ورنہ انہیں رفع یدین کرنے کا کوئی حق نہیں ایک منسوخ سنت سے پیار اور دوسری دائمی سنت سے نفرت یہ مذہب نہیں ایکسیڈنٹ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سبز عمامہ پہنا: شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید کبھی کبھی سیاہ اور سبز ہوا کرتی تھی۔ (کشف الالتباس فی استحباب اللباس ص ۳)

مہاجرین اولین کا سبز عمامہ باندھنا: سلیمان بن ابی عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں مہاجرین اولین کو سوتی کپڑے کے سیاہ، سفید، سرخ اور سبز عمامے باندھے پایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۴۱ حدیث ۵۰۳۹)

غزوہ حنین میں فرشتوں کا سبز عمامہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: کہ فرشتوں نے یوم بدر میں سفید اور یوم حنین میں سبز عمامے باندھے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۴۷۴، سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۷۶ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۸۳، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۳) حیات الصحابہ دیوبندی محقق یوسف کاندھلوی ج ۳ ص ۵۹۸ دہلی)

حقیقت میں دجال کے ساتھی کون: حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ مال لایا گیا۔ آپ نے وہ مال تقسیم فرمایا۔ اپنے دائیں بائیں والوں کو دیا اور اپنے پیچھے والوں کو کچھ نہ دیا۔ آپ کے پیچھے سے ایک شخص جس کا رنگ کالا، بال منڈے ہوئے اور لباس سفید تھا، کھڑا ہوا اور بولا: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: تم لوگ میرے سوا مجھ سے زیادہ عادل شخص کوئی نہ پاؤ گے پھر فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی، شاید یہ بھی اُن میں سے ہو۔ وہ قرآن بہت پڑھیں گے لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ دین اسلام سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ لَايَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ان کی علامت سر منڈانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ جب تم ان سے ملو تو تم انہیں قتل کر دو اور جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہیں۔ (نسائی حدیث نمبر ۴۱۱۴ کتاب التحریم باب من شہر سیفہ۔ مشکوۃ حدیث نمبر ۳۵۵۳ کتاب القصاص باب قتل اہل الردۃ)

مفتی مکہ عرب مؤرّخ علامہ احمد بن زینی دحلان مکی شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی ''سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگی'' میں اس قوم پر نص ہے جو مشرق سے نکلی۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار بنے اس لئے کہ یہی وہ لوگ تھے جو اپنے پیروکاروں کو اپنے گروہ میں داخل کرتے وقت سر مونڈنے کا حکم دیتے تھے اور جب تک یہ لوگ اپنا سر منڈوا نہ لیتے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے گروہ کے لوگ ان نئے شامل ہونے والوں کو اپنی مجلس سے اُٹھنے نہ دیتے۔

اس نجدی سے پہلے جتنے گمراہ فرقے گذرے ہیں ان میں سے کسی نے بھی یہ علامت اختیار نہیں کی پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث نجدیوں کے متعلق صریح ہے۔

حضرت شیخ سید عبدالرحمٰن مفتی زبیر فرمایا کرتے تھے کہ کسی شخص کو اس نجدی کے رد میں مستقل کتاب لکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے رد کے لئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ''سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگی'' ہی کافی ہے۔

یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی ان عورتوں کو بھی سر منڈانے کا حکم دیا کرتا تھا جو اس کے ٹولہ میں شامل کی جاتیں۔ ایک مرتبہ ایک عورت اُس کے دین میں داخل کی گئی۔ نجدیوں نے اپنے فاسد گمان کے تحت اس کو نئے سرے سے اسلام میں داخل کیا پھر اس کو سر منڈانے کا حکم دیا تو اس عورت نے محمد بن عبدالوہاب سے کہا کہ تو مردوں کو تو سر منڈانے کا حکم دیتا ہے اگر تو ان کی داڑھیاں منڈانے کا حکم دیتا تو عورتوں کے سر منڈانے کا حکم دے سکتا تھا کیونکہ عورتوں کے سر کے بال مردوں کی داڑھیوں کی طرح ہیں۔ عورت کی یہ بات سن کر نجدی مبہوت ہوگیا۔ کوئی جواب نہ بن پڑا لیکن اُس نے عورت کا سر منڈوا کر چھوڑا تاکہ اس پر اور اس کے پیروکاروں پر سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ''سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگی'' صادق آجائے۔ (الدرر السنیہ ص:۵۰)

روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ دجال کے ساتھی سبز عمامے والے نہیں بلکہ گستاخ رسول اور بے دین لوگ ہوں گے جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی خبردار فرما دیا تھا۔

س **بیمہ زندگی کرانا جائز ہے یا نہیں** قرآن وحدیث اور فقہاء کرام کے دلائل کی روشنی میں تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں۔

آصف مدرس گورنمنٹ ایم سی ایلیمنٹری سکول کشمیری محلہ سیالکوٹ

ج بیمہ کا موجودہ نظام اور طریق کار متعدد وجوہ سے اسلامی احکام کے خلاف ہے، اس لئے احکام شریعت کے مطابق اس نظام کی تطہیر اور اصلاح کی ضرورت ہے

بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد:

(۱) بیمہ کمپنی اپنے جمع شدہ سرمایہ کو گردش میں رکھنے کے لئے دوسرے صنعتی اور تجارتی اداروں کو سود پر قرض فراہم کرتی ہے اور سود قطعی حرام ہے۔

(۲) بیمہ کرانے والے کو اگر قرض لینا ہو تو بیمہ کمپنی اس کو بھی سود پر قرض دیتی ہے۔

(۳) بیمہ کرانے والا اگر دو یا تین قسطیں دینے کے بعد باقی اقساط ادا نہ کرے تو اس کی رقم اس کو واپس نہیں دی جاتی اور یہ ظلم اور ناجائز عمل ہے۔

found.

(۴) بیمہ کمپنی مدت پوری ہونے کے بعد بیمہ کرانے والے کو اس کی اصل رقم مع سود کے لوٹاتی ہے، اور سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

(۵) مدت پوری ہونے سے پہلے اگر کوئی شخص طبعی موت مرجائے یا کسی حادثہ میں ہلاک ہوجائے تو اس کو پہلی صورت میں پوری مدت کی رقم اور دوسری صورت میں دگنی رقم دی جاتی ہے، اب اس کو جمع شدہ اقساط سے زائد رقم جو دی جاتی ہے اس کو اگر شرط لازم قرار دیا جائے (جیسا کہ عملاً اسی طرح ہے) تو یہ عقد صحیح نہیں ہے اور اگر اس کو تبرع اور احسان قرار دیا جائے تو یہ واقع کے خلاف ہے۔

(۶) زندگی کا بیمہ کرانے والا اپنے کسی وارث کے نام بیمہ کی رقم نامزد کرتا ہے اور وہ رقم مرنے کے بعد اس وارث کو ملتی ہے اور یہ نامزدگی وصیت ہے اور اسلام میں وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وارث کے حصے مقرر کردیئے ہیں ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔(دارقطنی مشکوۃ حدیث 3074)

بیمہ کی بجائے آپ انعامی بانڈز خرید سکتے ہیں وہ جائز ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں یا کوئی اور جائز کاروبار میں شرکت کرلیں حرام کام کا ارتکاب نہ کریں۔اس کے متعلق الحقیقہ کے اگست 2011ء کے ص ۲۷ پر تفصیل سے جواب دیا گیا ہے وہاں سے ملاحظہ فرمالیں۔محمد نصر اللہ 03328028182

Monthly Mujjalah **AL-HAQIQA** June 2013 Reg.No. C.P.L.169

